Cat

حقیقت اسلام

ترجمۂ

(نوٹس آن اسلام)

مطبوعۂ

مطبع انجمن ترقی اُردو اورنگ آباد (دکن)

سنہ ۱۹۳۵ع

تعداد ایک ہزار

طبع دوم

ان الدین عند اللہ الاسلام

البتہ اللہ کے پاس دین پسندیدہ اسلام ھے

حقیقت اسلام

ترجمۂ

نوتس آن اسلام

یعنے

موجودہ خیالات سائنس سے اسلام کی تطبیق اور اس کی صداقت کا بیان

جسے انگریزی میں

عالیجاب نواب سر احمد حسین خاں امین جنگ بہادر کے - سی - آئی - ای ، سی - ایس - آئی ، ایم - اے ، بی - ایل ، ایف - آر - اے - ایس ، خطیب وانمباڑی ؛ وکیل مدراس ھائی کورٹ ، چیف سکریٹری گورنمنٹ نظام و صدر المھام

پیشی ڈپارتمنت نے تصنیف کیا

اور حسب ایماے نواب صاحب ممدوح مولوی علی بشیر صاحب مصنف تحقیق حق وغیرہ نے بغرض افادہ عام اس کا سلیس اُردو میں ترجمہ کیا

مطبوعۂ

مطبع انجمن ترقی اُردو اورنگ آباد (دکن)

297

فہرستِ مضامین

سر نامہ

کُل من علیہا فان *

یادگار میں

خطیب امجد حسین مرحوم

(فرزند اکبر نواب سر امین جنگ بہادر دام اقبالہم)

کی

جو اُن چار میں سے ایک تھے جن کے لیے سنہ ۱۹۱۷ ع

میں یہ نوٹس اولاً لکھے گئے تھے ۔

دلگیر بشیر

---

* جتنی مخلوقات (روئے) زمین پر ھے سب فنا ھونے والی ھے -

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچۂ مترجم

رو چو انساں، لب بجنباں در دھن
ور جمادی لاف انسانی مزن

علمائے طبیعین نے بنی نوع انسان کو ان کے جسمانی خصائص کی بنا پر یعنی ان کے رنگ روپ، خط و خال، قد و قامت، ڈیل ڈول کے شخصی اختلاف کے باعث مختلف اقوام میں تقسیم کیا ھے مگر اس بات سے کسی کو انکار نہیں کہ سب کا مبدء اولیں وھی دنیا کا پہلا شخص ھے جس کے ذاتی اوصاف کے موروثی اثر کی جھلک آج تک ھر قوم میں پائی جاتی ھے - اسی طرح مذھب کا خیال، یا خدا شناسی کا فطری جذبہ جس طرح آدم کی ذات میں تھا فطرتاً اور وراثتاً اس حقیقت کا اعتراف اسی طرح ان کی نسل میں بھی پایا جاتا ھے - یہ اور بات ھے کہ اس کے اقرار و انکار کا رنگ جداگانہ ھو- اس سے یہ سوال پیدا ھوتا ھے کہ مذھب کیا چیز ھے ؟ میرے نزدیک یہ ایک طبعی خاصہ اور ایک ایسا سچا فطری اصول

ہے کہ جب تک انسان اپنے قوائے جسمانی و عقلی پر قادر رہے اس کے تمام ارادی افعال اس کے تابع ہونے چاہئیں - چونکہ مذہب کا جزو اعظم خدا ہے اور خدا شناسی انسان کا فطری خاصہ ہے اس لیے مذہب اعتقاد کی فرع نہیں بلکہ مذہب کی سچائی عین مذہب ہے - لیکن جیسا کہ محققین فلسفہ کی رائے ہے کہ دنیا کے تمام کاموں کی بنا محض خیال پر ہے گویا عالم محسوسات میں خیال کا جال پھیلا ہوا ہے اس (فلسفۂ انسانی) نے اعتقادی صورتوں کو انواع و اقسام کے رنگ میں رنگ دیا ہے اور اس کے متضاد اصول مختلف انسانی جماعتوں کو مختلف طریقوں پر چلا رہے ہیں - پس سچا مذہب وہی ہوسکتا ہے جس کی سچائی نہ کسی اعتقاد پر بلکہ حقیقی سچائی پر مبنی ہو —

ان واقعات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مذاہب مروجہ کے اختلافات باہمی کی جڑ یہ انسانی خیالات ہی ہیں جو دل سے نکلتے ہیں اور ان میں سے بعض رفتہ رفتہ ایک خاص اہمیت و اعتقادی صورت اختیار کر کے انسانی زندگی کے معادی و معاشرتی دونوں شعبوں پر حاوی ہو جاتے ہیں ' حتیٰ کہ ایک دنیا انہی اوہام باطل کے سہارے پر زندہ رہتی ہے اور جہالت ان کی پرستش کراتی رہتی ہے - اس طرح مذہب کی حقیقی روح اور اس کی شروع کی صداقت

باطل کی تاریکی میں چھپ جاتی ہے - مثلاً کسی نے دنیا کو قدیم سمجھا، کسی نے حادث، کسی نے خدا کو موجد عالم قرار دیا، کسی نے محض معمار قرار دیا، کسی نے خدا کو مانا، کسی نے انکار کیا کوئی تناسخ کا قائل ہوا، کسی نے اس کو ڈھکوسلا جانا - ایکسغورس کا قول ہے کہ خلا اور صورت سے عالم کی ترکیب ہوئی ہے - فیثاغورث کا قول تھا کہ خدا روح عالم ہے - افلاطون دو چیزوں کو قدیم جانتا تھا ایک خدا کو جو فاعل ہے، دوسرے مادہ کو - ابیقورس صانع عالم سے منکر تھا اور دنیا کو قدیم قرار دیتا تھا - فلاسفۂ قدیم چار عنصر قرار دیتے تھے اور اب تحقیقات جدید میں ان کی تعداد چوراسی تک پہنچ گئی ہے - افلاطون نے روح کے عذاب و ثواب کو ابدی کہا اور روح کو حادث - بطلیموس نے آسمان کو زمین کے گرد پھرایا، فیثاغورث نے زمین کو آفتاب کے گرد چکر دلایا - مختصر یہ کہ فلسفۂ یونان اور ملل ہنود کا فلسفہ اس قسم کے اختلاف کا مخزن ہے —

چونکہ مذہب کا خیال بھی دل سے پیدا ہوتا ہے اور اس کا تعلق بھی براہ راست قلب انسانی سے ہے - اس لیئے جب ہم مختلف مذاہب میں سے سچے مذہب کو پرکھنا چاہیں تو اول یہ دیکھنا چاہیئے کہ اس کے سچے اصول سچے علم الہی کے مطابق ہیں یا نہیں؟ کیوں کہ قانون قدرت اور سنت الہی

سچ اور کامل ہے، اس کے کسی اصول میں اختلاف نہیں ہوا اور نہ اس میں کبھی تغیر و تبدل کو دخل ہوتا ہے - چنانچہ جہاں تک انسان اپنے قوائے عقلی سے جان سکتا ہے وہ اتنا ہی کہ کائنات کے سلسلۂ اسباب سے مسبب کا پتا لگائے یا یوں کہو کہ کارخانۂ عالم سے اس کے بنانے والے کو، اور قانون قدرت سے اس کے دین کی راہ کو دریافت کرے کہ یہی سچا دین اور یہی سیدھا رستہ چلنے کا ہے اس کے سوا اور کچھ نہیں کر سکتا - اس لیے کہا جاتا ہے کہ :-

”سچا سائنس اور سچا مذہب دونوں توام بھائی ہیں ان کی باہمی جدائی یقیناً دونوں کی موت ہے“ *

پیروان مذہب اسلام اپنے دین کو فطرت کے مطابق اور اس کے اصول کو فلسفۂ حق کے موافق سمجھتے ہیں اور الٰہیات میں صرف فلسفۂ انبیاء کو قابل تسلیم یقین کرتے ہیں - بدینوجہ معتقدین مذاہب انبیائے علیہم السلام کو جو بجائے خود اسی قسم کے خیالات رکھتے ہوں آپس میں اختلاف نہ کرنا چاہیے - خصوصاً اس وجہ سے اور بھی کہ مسلمانوں کا یہ اعتقاد ہے کہ حق بلا شبہ محقق علم الٰہی ہے اور علم الٰہی میں تغیر و تبدل کو دخل نہیں ہو سکتا —

---

* پروفیسر ہکسلی ۱۲

اور اگر (قرآن) خدا کے سوا (کسی اور) کے پاس سے (آیا) ہوتا توضرور اس میں بہت سے اختلاف پاتے -	ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اِختلافاً کثیرا (قرآن مجید - النساء) -

یہ میں کہہ چکا ہوں کہ خداشناسی کا فطری جذبہ یا مذہب کا خیال عارضی نہیں ہے - آدمی کوئی بھی ہو کہیں کا بھی ہو کبھی اور کسی وقت اس سے خالی نہیں رہ سکتا - اس کا سلسلہ حضرت آدم کے زمانے سے جاری ہے اور ہمیشہ جاری رہے گا - اُخوت کے پہلے واعظ بھی یہی تھے اور اِن کی نسل کے نامور بزرگ ہر زمانے میں اسی کا واعظ دیتے رہے ہیں - ہمارے پاس کوئی ایسی مکمل فہرست تو موجود نہیں ہے جس سے ہم پیغمبروں کا صحیح شمار معلوم کرسکیں کہ کون کس زمانے میں اور کس ملک میں مبعوث ہوا البتہ اتنا جانتے ہیں :—

اور کوئی اُمت ایسی نہیں (ہوئی) کہ اس میں ڈرانے والا نہ گزرا ہو —	وان من اُمة الا خلا فیھا نذیر (الفاطر - ع ۲)

اور نیز یہ جانتے ہیں کہ جتنے پیغمبر ہو گزرے ہیں سب کے سب خدا کے بارے میں اسلامی عقائد سکھاتے سمجھاتے رہے ہیں - مگر افسوس ہے کہ ہمارے زمانے کے لوگ باوجودیکہ

اپنے تئیں ان کی اُمت اور اُن کا متبع تو کہتے ہیں مگر یہ اپنے حقیقی مذہب کی اصلی روح سے کوسوں دور ہیں - اسلام کی نسبت قرآن مجید کہتا ہے :—

(لوگو! خدا نے) تمہارے لیے دین کا وہی رستہ ٹھہرایا ہے جس (پر چلنے) کا اس نے نوح کو حکم دیا تھا اور (اے محمد) تمہاری طرف (بھی) ہم نے اسی رستے کی وحی کی ہے اور اسی کا ہم نے ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو (بھی) حکم دیا تھا کہ (اسی) دین کو قایم رکھنا اور اس میں تفرقہ نہ ڈالنا —

شرع لکم من الدین ما وصیٰ به نوحاً والذی اوحینا الیک وما وصینا به ابراهیم و موسیٰ وعیسیٰ ان اقیموا الدین ولا تتفرقوا فیه —

(الشوریٰ - ع ۲)

اسلام میں یہ ایک خاص خصوصیت ہے کہ غیر مذہب والوں کے مذہب و اعتقادات سے چھیڑ چھاڑ نہیں کرتا، نصیحت بھی کرتا ہے تو مشفقانہ حیثیت سے ، ملائمت و نرمی کے ساتھ، متنبہ بھی کرتا ہے تو خاص انداز سے، دھمکاتا اور خوف بھی دلاتا ہے تو صداقت کی ترغیب دلا کر - اس میں دوسرا بڑا وصف یہ ہے کہ مذہبی معاملات میں جو آزادی اس نے عطا

کے ہے وہ بے مثل ہے - مشہور و معروف فرانسیسی عالم ایم ٹی سینٹ ھلیئر کی رائے ہے :-

" اسلام میں کوئی بات مشتبہ یا قدرت کی باتوں سے بڑھ کر بطور انوکھی شے کے نہیں ہے ، مذہب اسلام خود اس بات کا مخالف ہے کہ وہ کسی پردے میں پوشیدہ کیا جائے اور اگر اب اس میں چند شبہات موجود ہیں تو اس کا الزام مذہب اسلام پر نہیں ہے کیونکہ وہ ابتدا ہی سے ایسا صاف اور سچا ہے جتنا ہونا ممکن ہے " —

صرف غور طلب امر یہ ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ ضرورت کے وقت آسمان سے باران رحمت متواتر برساتا رہتا ہے اسی طرح وقتاً فوقتاً عین موقع پر اس کی روحانی رحمت کی جھڑی یعنی وحی و الہام کا آسمانی مینہ برستا رہا - اگر لوگوں کی غفلت سے آسمانی کتاب اپنی اصلیت پر قایم نہ رہی تو ایک نیا مجدد بھیج دیا اور ان کی اصلاح کے لیے ایک اور نئی کتاب بھی بھیج دی جو پہلی کتاب کے موافق اور اس کی مصدق تھی - یہ سلسلہ وحی و رسالت کا اسی دن سے شروع ہوا جب سے دنیا میں انسان نے قدم رکھا - سب سے آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و سلم ہیں جن پر قرآن شریف نازل ہوا تاکہ وہ جو راہ حق سے دور پڑے بھٹک رہے ہیں

صداقت شعار بن جائیں اور دین فطرت کو اختیار کرلیں - چنانچہ کتب آسمانی جنھیں ہم مجموعۂ قوانین الہی کہہ سکتے ہیں اور ایک ہی مقنن یعنی احکم الحاکمین کے بنائے ہوئے ہیں ان کے تمام احکام میں ایک عجیب طرح کا تناسب پایا جاتا ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مذاہب انبیاء کے اصول اور ان کی شرائع کے آئین میں کبھی اور کسی زمانے میں اختلاف نہیں ہوا بلکہ ہمیشہ ایک کتاب دوسری کتاب کی تائید کرتی رہی - اسلام کے مد مقابل مذہب پر جو ناصرہ کے پیغمبر کا ہے ایک نظر ڈالو - عیسائی مذہب کی ابتدا خدا کے اس برگزیدہ اور نیک بندے سے ہے جن کو مسلمان حضرت یحییٰ نبی کہتے ہیں اور عیسائی "جان دی بیپٹسٹ" - جو فرمایا کرتے تھے :—

"بیابان میں ایک منادی کرنے والے کی آواز ہوں کہ تم خدا کی راہ درست کرو ، صحرا میں ایک سیدھی شاہراہ تیار کرو" —

جن کے پاس دریائے یردن کے کنارے بپتسمہ (اصطباغ) لینے کے لیے حضرت عیسیٰ آئے تھے - اور جن کا یہ ارشاد ہے :—

"یہ نہ سمجھو کہ میں توریت یا نبیوں کی کتابوں کو منسوخ کرنے آیا ہوں ؛ منسوخ کرنے نہیں بلکہ پورا کرنے آیا ہوں" —

لیکن افسوس ہے کہ یہ دنیا میں مختصر سی زندگی

لے کر آئے تھے - ان کی زندگی نے وفا نہ کی اِن کا مشن ناتمام رہ گیا - مگر اس پر بھی اس کا قطعی دار و مدار اس عجیب شخص کی ذات سے منسوب کیا گیا جس کو لوگوں نے اس کے تقدس ذاتی کے باعث خدا سمجھا، خدا کا بیٹا مانا، تین میں کا ایک، ایک میں کا تین کہا، یعنی توحید فی التثلیث اور تثلیث فی التوحید کے قائل ہوئے - اس کی ذات کو گنہگاروں کے گناہوں کا فدیہ ٹھیرایا جو عقل اور قانون قدرت دونوں کے خلاف ہے —

حالانکہ اس مقدس پیغمبر بزرگ کی زبان پر تادم رخصت یہ الفاظ رہے تھے :—

"لیکن میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میرا جانا تمھارے لیے فائدہ مند ہے کیوں کہ اگر میں نہ جاؤں تو فارقلیط * تمھارے پاس نہ آئے گا"

---

* انجیل کے اردو نسخوں میں بجائے فارقلیط کے کہیں مددگار، کہیں تسلی دینے والا، کہیں وکیل، کہیں شفیع اور کہیں پیریکلیطاس لکھا ہے جو یونانی لفظ ہے - حضرت عیسیٰ کی زبان عبرانی تھی اس لیے آپ نے فارقلیط کا لفظ فرمایا تھا - بشپ مارش صاحب کی یہی رائے ہے مگر جب انجیلیں یونانی زبان میں لکھی گئی ہیں تب فارقلیط کی بجائے پیریکلیوطاس لکھا گیا تھا نہ پیریکلیطاس جس کے معنی تسلی دھندہ بتائے جاتے ہیں کیوں کہ پیریکلیوطاس فارقلیط کا ٹھیک ترجمہ ہے جس کا عربی زبان میں صحیح ترجمہ لفظ "احمد" ہے (دیکھو خطبات احمدیہ) —

(انجیل یوحنا باب ۱۶ آیت ۷) —

بالآخر حضرت عیسیٰ کی بشارت صحیح ثابت ہوئی۔ حضرت ختم المرسلین مبعوث برسالت ہوئے اور مشیت ایزدی نے تکمیل دین کا سہرا ابن عبداللہ کے سر پر باندھا اور جناب محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلے اللہ علیہ وسلم نے ابتداے آفرینش عالم سے اپنے زمانے تک کے تمام پیغمبروں کی رسالت کو برحق ٹھہرایا اور دنیا کے تمام الہامی مذہبوں کی تکمیل کر دی جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: —

آلیوم آکملت لکم دینکم	آج کے دن میں نے تمھارے دین کو تمھارے لیے پورا کر دیا۔

قرآن مجید نہ صرف مسلمانوں کا مذہبی دستورالعمل ہے بلکہ ان کا ملکی اور معاشرتی قانون بھی ہے اور یہ ان کی بے حد و بے انتہا روحانی اور مادی ترقیوں کا ضامن اور کفیل بوی ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ ایک زمانۂ دراز سے مسلمانوں نے قرآن مجید کی اس خصوصیت کو دلوں سے فراموش کر دیا ہے اور یہ خیال کرنے لگے ہیں کہ دینی ترقی (روحانی) اور دنیاوی (مادی) ترقی دونوں متضاد ہیں۔ اس خیال نے مسلمانوں کو دو جماعتوں میں منقسم کر دیا ہے ایک روحانی جماعت ہے، اور دوسری دنیاوی حالانکہ حقیقت میں یہ خیال قرآن مجید کی تعلیم کے بالکل مخالف ہے۔ تاہم

اول الذکر جماعت کا خیال ہے کہ "دنیاوی ترقی" کرنا دینی ترقی کے مخالف ہے، اصلی مسلمان کبھی دنیاوی ترقی نہیں کر سکتے - مسلمانوں کا بہترین کام دنیا سے بے خبر رہنا اور اللہ اللہ کرتے رہنا ہے - مسلمانوں سے جنت کا وعدہ کیا گیا ہے انہیں جنت ملے گی دنیا نہیں مل سکتی - دنیا مسلمانوں کے لیے بمنزلۂ دوزخ کے ہے اور کافروں کے لیے جنت * ہے - اور انہوں نے اپنے اس خیال کا نام اسلام رکھا ہے اور اس سے لاعلم ہیں کہ :—

فلسفۂ الٰہی کے مطابق فلسفۂ اجتماع کی تکمیل کا نام "اسلام" ہے جو انسانی مراحل زندگی کی تمام راہوں میں رہنمائی کرکے خدائی

---

* امام فخرالدین رازی دنیا کی مذمت کرنے کے مخالف ہیں - آپ کی رائے میں حیات دنیا کی مذمت ہرگز نہیں کی جا سکتی کیوں کہ "اخروی سعادت" صرف اسی دنیاوی حیات میں رہ کر حاصل کی جا سکتی ہے - جس حیات دنیا کو برا کہا گیا ہے وہ کفار کی حیات ہے - حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ اس سے مشرکین و منافقین کی حیات مراد ہے اور مشرکین و منافقین کی حیات دنیا کو اس لیے برا بتایا گیا ہے کہ مومن کی حیات دنیا میں اعمال صالحہ ہوتے ہیں اس لیے وہ کبھی لہو و لعب قرار نہیں دی جا سکتی (دیکھو تفسیر کبیر جلد سوم صفحہ ۳۳ مطبوعۂ مصر) مولانا روم فرماتے ہیں :—
چیست دنیا از خدا غافل بدن   نے قماش و نقرہ و فرزند و زن

منزل تک لے جاتا ہے اور نہ صرف اس جہان میں
با اصول زندگی بسر کرنے کی تعلیم دیتا ہے بلکہ
ایک دوسرے جہان کی کیفیت بتاتا ہے اور
آخرت کا یقین دلاتا ہے —

موخرالذکر جماعت نے جس نے محض دنیاوی ترقی کرنے کی دھن میں اسلام کی اصلی اور حقیقی تعلیم کو پس پشت ڈال رکھا ہے اپنی لاعلمی کے باعث یہ سمجھ رکھا ہے کہ اسلام کی تعلیم دنیاوی ترقی کے حق میں سم قاتل ہے۔ حالانکہ قرآن مجید کا دعویٰ ہے کہ مسلمانوں کی روحانی ترقی کی تکمیل کی علامت یہ ہے کہ وہ انتہائی دنیاوی ترقی کر سکیں اور پورے غالب ہو جائیں۔ ذلت و خواری' تنزل و ادبار' الٰہی غضب اور عذاب خدا کی علامات ہیں۔ اس پر طرہ یہ کہ سائنس اور فلسفہ کی ادھوری تعلیم نے انھیں اور بھی مذہب کی طرف سے بدگمان کر دیا ہے۔ ہربرٹ اسپنسر کا قول ہے :—

"سائنس جو رائج ہے اس میں لامذہبی کی روح غالب ہے مگر نہ اس سچے سائنس میں جو سطح سے گزر کر تہ تک پہنچ گیا ہے"۔ (دیکھو کتاب ایجوکیشن، مصنفۂ ہربرٹ اسپنسر) —

شعرا آدمی کو فانوس خیال سے تشبیہ دیتے ہیں اگر

اس کا مصداق پوری طرح سے مسلمانوں کو ہی قرار دیا
جائے اور ان کے اُن اعتقادی خیالات کی کشمکش کو جس میں
یہ ایک زمانۂ دراز سے مبتلا ہیں ان کے من گھڑت خیالات کا
ہی نتیجہ قرار دیں —

وہ (اپنی غلط فہمی سے) اسی خیال میں ہیں کہ وہ اچھے کام کر رہے ہیں —	یحسبون انہم یحسنون صنعاً الکہف - ع ۱۲

تو یہ خود مسلمانوں کا قصور ہے نہ کہ اسلام کا جس کا مقصد
اقوام عالم کے تفرقے مٹانا اور اخوت کی تعلیم دینا ہے -
قطع نظر اس کے اگر ہم زیادہ وسعت نظر سے کام لیں تو
ہمیں انسانی دنیاے خیال کا جھگڑا عالمگیر دکھائی دے گا
جس سے نہ ہند و محفوظ ہیں نہ عیسائی نہ کوئی اور - مثلاً
یورپ کی مہذب عیسائی قوموں پر نظر ڈالو، یہ بھی اختلاف
خیالات کی کشمکش سے ہنوز فارغ نہیں ہوئی ہیں - ایک
زمانۂ دراز تک رومن کیتھولک عیسائیوں کے عقائد عیسائی
دنیا کا مقبول عام مذہب بنا رہا لیکن جب مارٹن لوتھر *

* جینی بوارڈ نے یورپ کی طرف سے مارٹن لوتھر اور
مصلحان جرمنی کے ذمہ یہ الزام لگایا تھا کہ وہ عیسائیوں
میں مذہب اسلام کو جاری کرنے اور تمام پادریوں کو اس
مذہب میں لانے کی کوشش کرتے ہیں - مراکسی کی یہ رائے
ہے کہ مذہب اسلام میں اور لوتھر کے عقیدے میں کچھ زیادہ
فرق نہیں ہے - غور کرو دونوں بت پرستی کے مخالف ہیں -
مارتبنیس الفانسس اور والدس کا بیان ہے کہ تیرہ مسائل
اس بات کے ثابت کرنے کو موجود ہیں کہ اسلام میں اور لوتھر
کے مذہب میں مطلق فرق نہیں ہے ۱۲

دین اسلام سے ہدایت پاکر عیسائی مذہب کا مصلح بنا تو اس نے اپنے اہل مذہب کو سب سے پہلے بت پرستی سے تائب کیا اور پھر پوپ کی غلامی سے آزاد کرنے کے لیے اس نے وعظ بیان کیے جس کی بدولت ہم لاکھوں عیسائیوں کو پروٹسٹنٹ مذہب میں دیکھتے ہیں، اس کے مقابلے میں اب رومن کیتھولک عیسائیوں کی روحانی اور مادی حالت تنزل کر رہی ہے - انگلستان کے عروج اور اسپین کے زوال کا مقابلہ کرو - آسٹریا کا ضعف اور جرمنی کی قوت کا اندازہ لگاؤ - حریت و مساوات اسلام کی پاک تعلیم کا ایک ضروری مسئلہ ہے - افسوس ہے کہ مسلمان اپنے اس مسئلے کو بھی قرآن مجید کی صحیح اور اصلی تعلیم پر عمل نہ کرنے کے باعث بھولے ہوے ہیں اور برخلاف ان کے یورپ کے بعض فلاسفہ اس سے مستفید ہوکر اس خیال کی اشاعت کے لیے اُٹھ کھڑے ہوے - یورپ میں یہ خیال ایسا مقبول ہوا کہ اُس نے سوشیلسٹ فرقے یعنی جماعت اشتراکیئین کی بنیاد رکھ دی اور یہ اسی حریت و مساوات کی بدولت ہے کہ اب یورپ کی قدیم جماعتوں کی بنیادیں متزلزل ہو گئی ہیں اور اس نے مدبرین سیاست کی علمی زندگی کو ایک خاص دائرے میں محدود کر دیا ہے' ان واقعات سے جو سوال پیدا ہوتا ہے اس کے جواب دہ یہ دونوں مذہب نہیں ہو سکتے - اگر مسلمانوں نے اپنے مذہب کی روح کو فراموش

کر دیا ہے یا عیسائیوں کے بعض فرقے اسلام سے متاثر ہوکر اپنے مذہب کی اصلی روح کی معرفت حاصل کرنے لگے ہیں اور بعض شامت اعمال سے تاحال اسے بھلائے بیٹھے ہیں تو یہ اسلام اور دین مسیحی یا ابن عبداللہ اور ابن مریم کا مقابلہ نہیں ہے کہ ایک کو دوسرے پر ترجیح دی جائے بلکہ یہ دو قوموں کے متعلق (بغیر ان کے اندرونی اختلافات کے مجموعی طور پر جو نتائج کہ اس زمانے میں پیدا ہو چکے ہیں) ایک کے زوال کا اور دوسری قوم کی ترقی کا سوال ہے —

اسلام اور پیغمبر اسلام کی صداقت کا بین ثبوت اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتا ہے کہ وہ مذہب جس کی عمر ساڑھے تیرہ سو سال سے زیادہ نہیں اس کی پاک تعلیم اقوام عالم کے قلوب پر اپنا گہرا اثر ڈال رہی ہے اور اس وقت دلدادگان اسلام کی تعداد دنیا بھر میں بائیس کروڑ ہے - اسلام کی شروع سے اب تک کی حالت پر غور کرنے سے میں تو اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ مسلمانوں کی ترقی اور ان کے عروج کا راز قرآن مجید کی اصلی تعلیم میں مستتر ہے - یہ مسلمانوں کی بد قسمتی ہے کہ اقوام مغرب جو ہماری طرح سے اِسی دنیا کے رہنے والے ہیں وہ تو اسلام کی تعلیم سے اپنی فوز و فلاح کا ذریعہ ڈھونڈھ نکالیں اور ہماری قوم غالب کے

اس شعر کی مصداق بنے :—

اُگ رہا ہے در و دیوار سے سبزہ غالب

ہم بیاباں میں ہیں اور گھر میں بہار آئی ہے

اگر میری یاد غلطی نہیں کرتی تو سنہ ۱۹۱۷ع میں جب کہ عبداللطیف صاحب، خواجہ الطاف حسین صاحب، امجد حسین مرحوم اور محمود حسین صاحب، انگلستان کی کیمبرج، اڈنبرا اور برمنگھم کی مشہور یونیورسٹیوں میں تعلیم پا رہے تھے ان کی مذہبی معلومات اس وقت اتنی ہی مختصر سی تھی جتنی کہ عام طور پر ایک سیدھے سچے مقلد مسلمان کی ہوا کرتی ہے۔ بدیں وجہ میرے ان دوستوں کے دل میں اسلام کی طرف سے شکوک پیدا کرنے کے خیال سے ایک پادری صاحب نے مذہبی چھیڑ چھاڑ نکالی اور ان سے بعض ایسے سوالات کیے کہ یہ دنگ رہ گئے۔ خصوصاً عزیز قلبی، محب دلی، شہید راہ علم، مدفون مسجد ووکنگ لندن خطیب وانمباڑی امجد حسین مرحوم جن کی بے وقت موت اور جوان مرنے کے غم میں :—

ہچکی بندھ جاتی ہے اے مخزن لطف و خوبی

یاد کر کر کے تجھے کرتا ہے عالم شیون

یہ اور عزیزی محمود حسین صاحب تو جوش مذہبی کے باعث اس درجہ اُن سوالات سے متاثر ہوے کہ انھیں باوجود

صداقت مشاغل علمی کے اپنے قلوب کو مطمئن کرنے کے لیے اسلام کی نسبت معلومات بہم پہنچانے کی ضرورت محسوس ہوئی - آخر انہوں نے اپنے فاضل اجل والد نواب سر احمد حسین امین جنگ بہادر چیف سکریٹری گورنمنٹ نظام، صدرالمہام پیشی دربار تہنیت سے استفسار کیا - آپ نے باوجود اپنے اہم فرائض منصبی کی ذمہ داریوں کی مصروفیت اور عدیم الفرصت ہونے کے جس کا اندازہ کرنا دشوار ہے اپنی فرصت کے قلیل اوقات میں اسلام کے بہترین مذہب ہونے کے ثبوت میں چند یادداشتیں لکھ کر اپنے ہفتہ وار خطوط کے ساتھ منسلک کر کے اپنے بچوں کے پاس انگلستان بھیج دیں - یہ دراصل نوٹس نہیں ہیں بلکہ اسلام کی خوبیوں کے تلاطم خیز سمندر کو کوزے میں بند کر دیا ہے - ان کے لکھنے سے آپ کا منشا بجز اس کے اور کچھ نہ تھا کہ آپ کے بچے آپ کی اس رائے سے جو اسلام کے متعلق ہے کامل واقفیت حاصل کر کے اپنی معلومات کو بڑھائیں اور اسلام کی نسبت کسی قسم کے شک و شبہ کو اپنے نزدیک پھٹکنے بھی نہ دیں —

میرے مخدوم و محترم کرم فرما جناب خان بہادر حاجی مولوی خواجہ محمد حسین صاحب چیف میڈیکل افسر ریاست بیگن پلی نے اپنی اس بے مثل محبت کے باعث جو آپ کو صاحب موصوف کی ذات سے ہے آپ سے باصرار تمام

ان یاد داشتوں کو " نوٹس آن اسلام " کے نام سے طبع کر کے شائع کرنے کی اجازت حاصل کی - چنانچہ اسے مرتب کرتے وقت عالی جناب مولوی سید حسین نواب عماد الملک بہادر بلگرامی سی - ایس - آئی ، ایف - ایم - یو - مسٹر جے - سی ملونی - آئی - سی - ایس ، خان بہادر مولوی عبدالرحیم صاحب بی - اے ، بی - ایل اور بعض دیگر نامور حضرات نے اس کے مسودوں کو پڑھ کر اپنے بیش بہا خیالات بھی مصنف کے گوش گزار کردیے تھے - اس سے یہ اندازہ کیا جاسکتا ھے کہ " نوٹس آن اسلام " کس پایہ کی کتاب ھے —

میں نے اسے پڑھا اور غور کیا ، فی الحقیقت اسلام کی صداقت ، حقانیت اور سائنس کے موجودہ خیالات سے اس کی مطابقت کے متعلق آج تک ایسی بے تعصب کوئی کتاب نہیں لکھی گئی ھے - میرا دل اس کتاب کو پڑھتے وقت باغ باغ ھو جاتا تھا اور اس کے ھر مضمون کا طرز بیان مجھے یہ کہتا ھوا معلوم ھوتا تھا کہ - ع : —

کرشمہ دامن دل میکشد کہ جا اینجاست

بالآخر میرے دلی شوق نے مجھے اس بات پر آمادہ کیا کہ چوں کہ زبان اردو میں اس قسم کی کتاب کا وجود نہیں ھے اس لیے اگر میں اپنے سچے محسن اپنے سرپرست و مربی قدر دان علم و ھنر نواب صاحب دام اقبالھم سے " نوٹس

آن اسلام" کا جو انگریزی زبان میں کئی بار شایع ہو چکا ہے اُردو میں ترجمہ کرنے کی اجازت حاصل کر لوں تو مجھے بڑا فخر حاصل ہوگا —

بدینوجہ میں عالی جناب معالی القاب نواب سر احمد حسین امین جنگ بہادر سی - ایس آئی، کے - سی - آئی - ای، ایم - اے، بی - ایل، ایف - آر - اے - ایس چیف سکریٹری گورنمنٹ نظام صدر المہام پیشی ڈپارٹمنٹ کا منت پذیر ہوں جو مجھے آپ کے کرم سے آپ کی بے مثل کتاب " ذو تس آن اسلام" کا عام فہم اُردو میں ترجمہ کرنے کا فخر حاصل ہوا —

میں نے اس ترجمے کا نام " حقیقت اسلام" رکھا ہے اور حتی الامکان اس امر کی کوشش کی ہے کہ اصل کتاب کے جو مضامین فلسفیانہ اور دقیق ہیں وہ بآسانی ہر شخص کی سمجھ میں آجائیں اور کسی قسم کی پیچیدگی نہ رکھنے کے خیال سے جا بجا مصنف کے حاشیوں کے علاوہ ضروری حواشی کے لکھنے میں بھی تحقیق سے کام لیا ہے تاکہ علی الخصوص مدارس کے نو تعلیم یافتہ جوان اور بالعموم تمام مسلمان سمجھیں اور غور کریں کہ اسلام اور قرآن مجید کی اصلی اور حقیقی تعلیم کیا ہے اور موجودہ سائنس کے خیالات سے یہ کس قدر مطابق ہے - سچ ہے :-

آن محقق هرچه میگوید حق است

آں مقلد هرچه می گوید دق است

واللہ یهدی من یشاء اِلیٰ صراطٍ مستقیم

حیدرآباد دکن الراقم

۱۲ ربیع الثانی سنه ۱۳۴۲ ھ محمد علی بشیر

مسلم کی مناجات

سورۂ فاتحہ*

لایق وصف ہے خدا - تو ہی ہے عالموں کا رب -
ہے تو رحیم و مہربان - مالک روز حشر و نشر -
کرتے ہیں بندگی تیری - چاہتے ہیں مدد تیری -
سیدھی دکھا تو اُن کی راہ - جن پہ کہ تیرا فضل ہے،
راہ نہ اُن کی تو دکھا جن پہ تیرا غضب ہوا،
ہم کو بچا تو راہ سے گمرہوں کی جو راہ ہے -
آمین -

* سورۂ فاتحہ کا ترجمہ نثر مرجز (یا بلینڈک ورس) میں کیا گیا ہے اس میں وزن کا خیال تو میں نے رکھا ہے مگر قافیے کی پابندی سے بقاعدۂ بلینڈک ورس، یہ آزاد ہے - مترجم —

ہماری دعا

لایق تعریف ہے تو اے خدا
عالموں کا رب ہے (اور خالق ہے تو)
رحم والا ہے بڑا ہے مہربان
حاکم و مالک ہے روز حشر کا
کرتے ہیں تیری عبادت خاص کر
اور اعانت چاہتے ہیں ہم تری
کر ہدایت ہم کو سیدھی راہ کی
راہ اُن لوگوں کی نعمت جن کو دی
رہ نہ کی جن پہ ہے تیرا غضب
اور نہ ان کی راہ جو گمراہ ہیں

آمین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(۱)

تمہید

لطیف اور الطاف! تمہیں یاد ہو گا ایک سال سے زیادہ عرصہ ہوا اس وقت تم نے مجھے لکھا تھا کہ کسی پادری صاحب کے چند سوالات نے تمہیں الجھن میں ڈال دیا ہے - امجد اور محمود تو اس درجے کے مغالطے میں آئے کہ دریافت کرنے لگے کہ پھر * اسلام ہے کس کام کا؟

---

* ہمارے زمانے کے اکثر مسلمانوں نے اپنی شامت اعمال اور غفلت سے شریعت اسلام کو پس پشت ڈال دیا ہے یہ اس بات کو فراموش کر بیٹھے ہیں کہ ہماری ترقی کا راز در اصل اسلام کی پاک تعلیم کے اندر پوشیدہ ہے اسی وجہ سے قومی زوال مسلمہ اور اسلامی سلطنتوں کا کمزور ہونا صحیح ہے - اور ذرا بھی شک نہیں ہے کہ مغرب کی عیسائی سلطنتوں نے اسلامی ممالک کے حصے بخرے کر ڈالے ہیں اور جو بچے کھچے رہ گئے ہیں اُن پر بھی دندان آزدراز کیے ہوئے ہیں - یہ اسلام کا قصور نہیں ہے بلکہ 'ہر چہ ہست از قامت ناساز بد ہنگام ماست' - بایں ہمہ یہ بھی اسلام کی بھولی ہوئی تعلیم کا نتیجہ ہے کہ مسلمان جانتے ہیں کہ ہم اللہ کے مطیع و

جب عیسائی حکومتوں * کی قوت سے متاثر ہو کر مسلمانوں

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۳) فرماں بردار اور امن پسند بندے ہیں ہمیں ہر حالت میں راضی برضا رہ کر اپنے بادشاہ اور اپنے حاکم وقت کی اطاعت کرنا چاہیے - یہ ملک میں فتنہ و فساد برپا کرنے کو برا جانتے ہیں اور امن و امان کی زندگی بسر کرنے کو اچھا سمجھتے ہیں - قوموں کے عروج و زوال کے واقعات ہمیشہ پیش آتے رہے ہیں :—

اور یہ اتفاقات وقت ہیں جو ہمارے حکم سے نوبت بہ نوبت (سب) لوگوں کو پیش آتے رہتے ہیں -	و تلک الایام نداولھا بین الناس (قرآن مجید سورۃ آل عمران ع ۱۲)

یعنی آج جو حاکم ہے - کل وہ محکوم بن جاتا ہے آج ایک کی سلطنت ہے کل وہی دوسرے کی بادشاہت میں شامل ہو جاتی ہے- مسلمان جو اس ذلت و ادبار میں گرفتار ہیں یہ خود ان کے ہاتھوں کے کرتوت ہیں :—

اللہ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک کہ وہ اپنی حالت نہ بدلے -	ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیر و ما بانفسھم (قرآن مجید)

تم تاریخ عرب کے صفحے اُلٹو اور مسلمانوں کے ابتدائی زمانے کی فتوحات پر نظر ڈالو تو اس وقت تمہیں معلوم ہوگا کہ یہ اسلام کی حقیقی تعلیم کا سبب تھا کہ اُس زمانے کے مسلمان اس کی بدولت انتہائی '' روحانی '' اور '' مادی '' ترقی کر کے فی الدنیا حسنۃ و فی الآخرۃ حسنۃ کے پورے مصداق بن گئے تھے اور یہ اسلام کی اصلی تعلیم ہی کا نتیجہ تھا جس نے اس وقت مسلمانوں کے قلوب کو جذبۂ دینی کی قوت سے ایسا قوی کر دیا تھا کہ ان کے مقابلے میں دوسروں کی تمام طاقتیں

* یہ سنہ ۱۹۱۷ ع میں لکھا تھا - مصنف -

کی سلطنتیں کمزور ہو گئی ہیں اور ان کے ممالک ٹکڑے ہوئے جا رہے ہیں —

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۲) اور قوتیں ہیچ ہو گئی تھیں جیسا کہ ہمارے ایک قومی شاعر کا بیان ہے :—

یہ اسی کا تھا کرشمہ کہ عرب کے بچے
کھیلنے جاتے تھے ایواں کہ کسریٰ میں شکار
وہ اُلٹ دیتے تھے دنیا کا مرقع دم میں
جن کے ہاتوں میں رہا کرتی تھی اونٹوں کی مہار

لیکن جب سے مسلمانوں نے اسلام کی حقیقی تعلیم سے رو گردانی اختیار کی اسی وقت سے ان کی دینی اور دنیاوی حالتیں دونوں خراب ہو گئیں چونکہ مسلمانوں کی قومیت کی بنیاد اسلام پر رکھی گئی ہے اس لیے جب تک کہ یہ اسلام کی اصلی تعلیم سے بہرہ اندوز نہ ہوں گے اس وقت تک ترقی کی شاہ راہ پر قدم نہ رکھہ سکیں گے - بدیں وجہ اسلام کی تعلیم اگر اصلی اور حقیقی رنگ میں دی جاے تو یہ اکسیر کا حکم رکھتی ہے اور پھر کوئی وجہ نہیں کہ جو عمدہ نتائج اس سے پہلے پیدا ہوے تھے وہ پھر ظاہر نہ ہوں - مگر خود فراموشی کی بھی کوئی حد ہے - مسلمانوں کو یہ بھی نہیں معلوم کہ ہم کون ہیں —

یہ خدائی گروہ ہے اور خدائی گروہ ہی (آخرکار) غالب رہے گا -	اُولئک حزب اللہ آلا اِن حزب اللہ ہم الغالبون (قران مجید)

گویا اسلام زبان حال سے کہہ رہا ہے :—

جس سے ہوں دونوں جہاں تسخیر بے توپ و تفنگ
تو اگر سمجھے تو تیرے پاس وہ ساماں بھی ہے
(مترجم)

میں نے اس خیال سے کہ اس وقت تم نے اپنی یونیورسٹی کی تعلیم میں معقول ترقی نہیں کی تھی تمہارے استفسارات کا جواب سرسری طور پر دے دیا تھا - میرا خیال ہے کہ اب وہ وقت آگیا ہے کہ میں تمہیں اس حد تک جہاں تک کہ میں سمجھتا ہوں یہ ذہن نشین کراؤں کہ ہمارے اسلاف کے مذہب کی حقیقت و صداقت کیا ہے - میرا تو یہ پکا عقیدہ ہے کہ دنیا میں جو بہترین * مذہب ہے وہ اسلام ہے - یہاں " اسلام " سے مراد وہ " نرا اور نرنکھار اسلام " ہے جس کے اصلی اصول آسانی سے سمجھ کر اس کے احکام پر سہل طور سے عمل کیا جاسکتا ہے - میری مراد اس " مسلمانی " † سے نہیں ہے جس کے پیرو بعض ظاہر پرست ملا ‡ ہیں جو خفیف سی خفیف بات پر لوگوں

---

* لفظ " بہترین " کہنے سے میرا مطلب اسی قدر ہے کہ یہ انسان کی روحانی اور مادی ضروریات کے اعتبار سے نہایت ہی موزوں ہے - اس سے میرا یہ منشا نہیں ہے کہ میں کسی دوسرے مذہب کی برائی کروں - دیکھو ساتواں نوٹ (مصنف)

† میں نے " اسلام " اور " مسلمانی " میں جو فرق سمجھا ہے اس کے لحاظ سے موخرالذکر خالص اسلام نہیں ہے بلکہ اُس نے اسلام کی روح کو فراموش کر دیا ہے اور صرف شریعت اسلام کی تشریحات کو یاد دلا رہا ہے حالانکہ " مذہب کی بوسیدہ ہڈیاں کوئی کارآمد شے نہیں - اصل میں روح ہے جو ہڈیوں میں حرکت پیدا کرتی ہے " دیکھو پانچواں نوٹ (مصنف)

‡ اسلام میں ایسے ملانوں کا کوئی درجہ نہیں ہے تاہم اس زمانے کی " مسلمانی " نے ان کو بڑا درجہ و رتبہ دے رکھا ہے (مصنف)

کو بہشت و دوزخ میں جانے کا فتویٰ دے دیتے ہیں۔ ان کے ارشاد کے موافق اگر کوئی شخص ٹخنے سے نیچی موہری کا پائجامہ پہنتا ہے تو وہ دوزخی ہے اور جس کا پائجامہ ٹخنے سے اونچا رہتا ہے وہ قطعی جنتی * ہے —

افسوس { گر مسلمانی ہمین است کہ دارد حافظ
آہ گر از پس امروز بود فردائے }

انہیں حضرات نے محض غیر ضروری اور لاحاصل فروعات پر حد سے زیادہ توجہ دے کر اصولی امور کو نظر انداز کر دیا ہے اور اس طرح ہمارے مذہب † کی صداقت اور زندہ روح کو غفلت کی نذر کر کے اُسے ضعیف بنا دیا ہے اور اُن کے بیکار بحث اور مباحثوں سے مذہب ہے کہ خواہ مخواہ بد نام ہو رہا ہے۔ حافظ شیرازی نے ان کی بیجا رد و قدح کی نسبت ٹھیک کہا ہے : ع :—

چون نہ دیدند حقیقت رہ افسانہ زدند

---

* ہمارے زمانے کے اسلامی ممالک کی سیاسی و تمدنی کمزوری کا حقیقی سبب یہی ہے۔ (مصنف)

† یہ مسلمانوں کی بد نصیبی ہے کہ اسلام کی حقیقی تعلیم کو فراموش کر کے انہوں نے خود اپنے ذاتی خیالات کی بنا پر ایک نیا مذہب قائم کر لیا ہے اور قرآن و حدیث کے غلط مطالب اور ضعیف روایات کی بیجا تشریحات سے اصل مذہب کو مسموم بنا دیا ہے۔

اسلام میں دو خصوصیتیں ایسی ہیں جن کا میرے دل پر بہت ہی گہرا اثر ہے —

پہلی خصوصیت

اسلام کو سچے عیسائی مذہب سے یا کسی دوسرے مذہب*

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۷)

چنانچہ علامہ عبدہ فرماتے ہیں:- اس طرح پر حق باطل کی تاریکی میں چھپ گیا اور انسانی نفوس میں وہ عقائد راسخ ہو گئے جو دینی اصول کے بالکل متضاد تھے- مسلمانوں کی آسمان سے باتیں کرنے والی امیدیں غارت ہوگئیں اور ان کو مایوس کر کے بہیمیت کے درجے پر پہنچا دیا ہے- اس وقت جسے اسلام کے نام سے یاد کیا جاتا ہے وہ اس سے زیادہ نہیں کہ اسلامی اعمال نماز و روزہ وحج کی ظاہری صورتوں کا مجموعہ ہے اور چند اقوال ہیں جن کے معنی میں تغیر کر لیا گیا ہے اور جن کا نتیجہ بدعتیں اور خرافات ہیں جنھوں نے مسلمانوں میں اُس جمود کی نوبت پہنچا دی ہے جس کو میں بیان کر چکا ہوں اور انھوں نے ان کو اسلام سمجھا ہے- مسلمانوں پر اس وقت اسلام کے نام سے جو عیب لگایا جاتا ہے اس کو اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ وہ ایک دوسری چیز ہے جس کا نام انہوں نے اسلام رکھا ہے (مترجم)-

* ایک عیسائی مصنف نے محمد صلعم کی تعلیم کا قابل تعریف خلاصہ یہ کیا ہے- ''خدا کے سوا کوئی معبود نہیں، وہی کائنات کا خالق اور اپنے رحم و کرم سے اس کا چلانے والا ہے، وہی سزاوار عبادت ہے- تکلیف کے وقت اسی کی ذات پر بھروسا کرنا، مشیت الٰہی کا شاکی نہ ہونا، جان خواہ تمہاری ہو یا دوسروں کی جو تمہیں اپنی جان سے زیادہ عزیز ہوں اُسے خدا کی امانت سمجھ کر اس کی مرضی کے حوالے کر دینا،''-

برحق سے کوئی مخالفت نہیں بشرطیکہ توحید باری تعالیٰ (وحدہ لاشریک لہٗ *) اس کا ضروری اصول ہو۔

دوسری خصوصیت

اسلام کی تصدیق و تطبیق † موجودہ سائنس سے جس خوبی

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۸)

مجھے اس بات کا یقین نہیں کہ دنیا میں کوئی ایسا مذہب بھی ہے جسے اس تعلیم سے اختلاف ہو۔ مصنف مذکور نے ہارمس ورتھ انسائیکلوپیڈیا Hormsworth Encyclopedia میں یہ بھی بیان کیا ہے کہ :۔ "مسئلۂ تقدیر جسے مسلمانوں کا جزو ایمان بتایا جاتا ہے محمد صلعم کی مقررہ شریعت میں اس کی ذرا بھی وقعت نہیں ہے۔ انہوں نے تو بتاکید اس خیال کو صریح طور پر بار بار ذہن نشین کیا ہے کہ محمد نے انقلاب پیدا کرنے کی نہیں فقط اصلاح کرنے کی تعلیم دی ہے"۔ میں اس آخری جملے کے منشا کو (جس کے دو لفظوں پر خط کھینچ دیا گیا ہے) موجودہ سیاسی ہلچل کے زمانے میں تمہارے ذہن نشین کرنے کے لیے جس قدر بھی اس پر زور دوں کم ہے۔ (مصنف)

* دیکھو پانچویں نوٹ کا چھٹا فقرہ (مصنف)

† پروفیسر ہکسلی کا بیان ہے "سچا سائنس اور سچا مذہب توام بھائی ہیں ان کی باہم جدائی یقیناً دونوں کی موت ہے۔ سائنس میں جس قدر مذہبی روح ہوگی ٹھیک اسی مناسبت سے وہ ترقی کرے گا اور جہاں تک سائنس کی گہرائی اور مضبوطی پر مذہب کی بنیاد قایم ہوگی اسی مناسبت سے مذہب سرسبز ہوگا"۔

اس متذکرۂ بالا رائے کے مطابق اسلام کو سائنس کی کسوٹی پر جتنا جی چاہے کسو اُس کی صداقت اتنی ہی نمایاں ہوگی (مترجم)۔

سے ہوتی ہے ویسی کسی دوسرے مذہب کی نہیں ہوتی۔ میں اپنے بعض خطوط * کے ذریعہ تمہیں اس امر سے آگاہ کر چکا ہوں کہ میں نے یہ کیوں باور کیا ہے کہ دراصل اسلام اس شریعت عیسوی کو (جس کی تعلیم حضرت عیسیٰ نے دی تھی۔ اور جو نئے عہد نامہ کی انجیلوں میں درج ہے) استقامت بخشنے اور مکمل کرنے والا مذہب ہے۔ حضرت عیسیٰ کی پاک تعلیم کی آپ کے حواریوں اور دوسرے لوگوں نے جو تشریعات † کی ہیں ان سے ہمیں کچھ بحث نہیں البتہ اُن صاف اور صریح الفاظ اور ان کے صحیح معنوں پر اگر ہم نظر ڈالیں جو آپ نے بیان کیے اور وہ باتیں جو آپ نے اپنی زبان ‡ مبارک سے ارشاد فرمائیں، اُنہیں پرکھیں تو صاف

---

* مصنف نے اپنے ان خطوط کی نقل نہیں رکھی (مترجم)۔

† ایک فاضل یورپین عیسائی کا بیان ہے:۔ تاریخ شاہد ہے کہ ہر مذہب کا بہترین زمانہ اُس کا ابتدائی زمانہ ہے اور پیغمبر کی تعلیم میں اس کے ماننے والے اُس کے بعد کبھی اضافہ نہ کر سکے۔ اگر مذہب ارتقا سے پیدا ہوتا تو اس کے برخلاف عمل ہوتا۔ پیغمبر کے بعد کا مذہبی لٹریچر تشریحات، بیانات اور دلائل کا مجموعہ ہوتا ہے، زمانۂ مابعد میں پیغمبر اور اس کے ابتدائی شاگردوں کی روایات اور تعلیم کو ہی ہمیشہ اصل ماخذ قرار دیا جاے (مترجم)۔

‡ قرآن مجید حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر خیر ان الفاظ میں کرتا ہے:—

معلوم ہوگا کہ ان میں وہی تو عظیم المرتبت صداقت پنہاں ہے جسے ہمارے رسول مقبول صلعم نے سمجھایا تھا - اگر فرق ہے تو اتنا کہ حضرت عیسیٰ کی زندگی * نے وفا نہ کی اس لیے یہ اپنی رسالت کے کام کو ادھورا چھوڑ گئے اور حضرت محمد مصطفیٰ صلعم نے تبلیغ رسالت کے کام کو پورا کر دیا - جیسا کہ قرآن مجید میں ہے :—

آلیوم آکملت لکم دینکم	آج کے دن میں نے تمہارے دین کو تمہارے لیے پورا کردیا -

غرض کہ یہ دونوں خدا کے برحق پیغمبر تھے —

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۰)

اِسمہ مسیح عیسیٰ بن مریم وجیہاً فی الدنیا والاخرۃ و من المقربین —	ان کا نام نامی دنیا و آخرت میں مسیح مریم کے بیٹے عیسوٰ ہے اور یہ ان میں سے ایک ہیں جنہیں قرب الٰہی حاصل ہے -

* حضرت عیسیٰ تینتیس سال کی مختصر سی زندگی لے کر دنیا میں آے اور مبعوث برسالت ہوے - آپ کو یہ مشکل تبلیغ رسالت کے لیے تین سال ملے چنانچہ اس قلیل مدت کو آپ نے توریت کی قایم کردہ توحید کے منوانے میں صرف کیا - آپ کی پاک تعلیم کا اندازہ آپ کے اس ارشاد سے بخوبی ہو سکتا ہے :—

" اے شیطان دور ہو کیونکہ لکھا ہے کہ خداوند اپنے خدا کو سجدہ کر اور صرف اسی کی عبادت کر" -

(انجیل متی باب ۴) (مترجم)

مجھے اس موقع پر زیادہ صراحت کے ساتھ اس امر کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں اور میں دوسرے مذاہب کو بھی اپنی رائے کی تائید میں اس غرض سے پیش کرنا نہیں چاہتا کہ اگر ان کی حقیقی صداقت کی تحقیق موجودہ سائنس کی روشنی میں کی جائے تو یہ حال منکشف ہو جائے کہ اسلام کی اصلی صداقت کے ساتھ یہ کس درجہ اصولی * یگانگت

---

* مذہب انبیاء علیہم السلام کے ساتھ دین اسلام کی اصولی یگانگت مسلمہ ہے - اسلام اُن لوگوں کو جو اپنے تئیں اہل کتاب کہتے ہیں کچھ اوپر تیرہ سو برس پہلے سے ان الفاظ سے مخاطب کر رہا ہے :-

(اے محمد ان سے) کہو کہ اے اہل کتاب آؤ ایسی بات کی طرف رجوع کرو جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں مانی جاتی ہے -	قل یآ اہل الکتب تعالو کلمة سواء بیننا و بینکم (قرآن مجید)

کاش ان کے علماء اپنے مذاہب کی شروع کی صداقت کے متلاشی ہوکر دین اسلام کی روح توحید سے رشتۂ یگانگت کا سراغ لگا لیتے تو پھر یقیناً یہ بھی مسلمانوں کی طرح صدق دل سے کہہ اُٹھتے :—

اور جو شخص اسلام کے سوا کسی اور دین کو تلاش کرے تو خدا کے ہاں اس کا وہ دین مقبول نہیں-	و من یبتغ غیر الاسلام دیناً فلن یقبل منه (قرآن مجید)

مگر تحقیق و تطبیق کے میدان میں ٹھنڈے دل سے کسی اہل کتاب نے قدم نہ رکھا - (مترجم)

رکھتے ھیں- انشاء اللہ پھر کبھی اپنے خیال کے مطابق اس امر کی بھی تحقیق کرکے اس کے نتیجے کو قلم بند کروں گا —
میرے نزدیک فی الحال اتنا ھی کافی ھے کہ میں نے اسلام کی پہلی خوبی کی طرف تمھاری توجہ کو مائل کردیا ھے اور اس کے دوسرے وصف کی نسبت جو بہت ھی عجیب و غریب ھے (یعنی مذھب اسلام جدید سائنس کے خیالات کے بالکل مطابق ھے) تمھاری خاص توجہ کو مبذول کرانے کی غرض سے میرا قصد ھے کہ چند نوٹس لکھوں —
میری رائے میں سائنس کی کسی تحریک نے گزشتہ صدی کے خیالات میں اس قدر انقلاب پیدا نہیں کیا جتنا کہ مسئلۂ ارتقا نے، اور اب تو یہ بچے بچے کی زبان پر ھے - تمھیں یہ سن کر تعجب ھوگا کہ بعض اسلامی مسائل ایسے بھی ھیں جن کی مسئلۂ ارتقا سے مطابقت ھوتی ھے - چنانچہ تیرھویں صدی عیسوی میں مولانائے روم نے اپنی مشہور مثنوی میں ان اسلامی مسائل کا اسی طرح سے خاکہ کھینچا ھے جس طرح لارڈ ٹینی سن Tenneyson نے اُنیسویں صدی عیسوی میں اپنی نظم پرنسیس Princess میں بعض جدید خیالات کو نظم کیا ھے —
میری خواھش ھے کہ تم ان مسائل کو نئی شکل اور نئے خیالات کی روشنی میں سمجھنے کی کوشش کرو- چنانچہ میں

ایڈ وارڈ کلاڈ Edward Clodd کی قابل تعریف کتاب استوری آف کری ایشن * Story of Creation کو تمھارے مطالعہ کرنے کے لیے پسند کرتا ہوں - چند سال قبل جب میں نے اسے پہلے پہل دیکھا ہے تو یہ مجھے ایسی اچھی اور دلچسپ معلوم ہوئی گویا کہ ایک ناول ہے - اس کتاب کا دیباچہ اور دوسرا حصہ بہت آسان ہے - ڈاروِن "Darwin" والاس "Wallace" ھکسلی "Huxley" اور اسپنسر "Spencer" کی تحریروں نے ہمارے زمانے میں انسانی خیالات میں جو انقلاب پیدا کر دیا ہے اُس کی حقیقت اس کتاب کے پڑھنے سے بخوبی سمجھ میں آتی ہے -

* یہ لندن کے ریشنلسٹک پریس میں Rationalistic Press میں طبع ہوئی ہے اور اس کی قیمت ۶ پینس ہے (مصنف)

:o:

(۴)

قرآن مجید کا پہلا سورہ

قرآن مجید کی سورۂ فاتحہ اور اس کا ترجمہ ذیل میں درج ہے - میں نے اس کی تشریح کرنے کی غرض سے آیات کی ترتیب کو فارسی الفاظ اول دوم وغیرہ سے اور آیات کے ذیلی جملوں کو ہندسوں (۱ - ۲ وغیرہ) سے ظاہر کیا ہے :—

سورۂ فاتحہ	ترجمۂ سورۂ فاتحہ
بسم اللہ الرحمن الرحیم	(شروع کرتا ہوں میں) اللہ کے نام سے (جو) نہایت رحم والا مہربان ہے —
اول :- الحمد للہ	اول :- ہر طرح کی تعریف خدا ہی کو (سزاوار) ہے -
(۱) رب العالمین	(۱) جو تمام جہان کا پروردگار ہے —
(۲) الرحمن الرحیم	(۲) نہایت رحم والا مہربان
(۳) مالک یوم الدین	(۳) روز جزا کا حاکم

دوم :-	دوم :-
(۱) اِیاک نعبد	(۱) ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں —
(۲) و اِیاک نستعین	(۲) اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں —
(۳) اِھدنا الصراط المستقیم	(۳) ہم کو (دین کا) سیدھا رستہ دکھا (یعنی)
سوم :- صراط الذین	سوم :- اُن لوگوں کا رستہ
(۱) انعمت علیھم	(۱) جن پر تونے اپنا فضل کیا
(۲) غیر المغضوب علیھم	(۲) نہ اُن کا جن پر (تیرا) غضب نازل ہوا —
(۳) و لا الضالین	(۳) اور نہ گمراہوں کا -
آمین	آمین

تمام سورت تین حصوں میں منقسم ہے اور ہر حصے میں تین تین مضمون ہیں —

پہلا حصہ - وجود باری تعالیٰ

خدا کے تین مخصوص صفات

(۱) رب	(۱) پروردگار (پالنے والا)
(۲) رحمن و رحیم	(۲) رحم والا مہربان (نگہبان)

(۳) مالک یوم الدین	(۳) روز جزا * کا حاکم (منصف یا عادل)

دوسرا حصہ - حقوق اللہ کے متعلق آدمی کا فرض

(۱) عبادت	(۱) اللہ کی عبادت † کرنی چاہیے
(۲) استعانت	(۲) اللہ کی مدد } طلب کرنا چاہیے
(۳) استہدا	(۳) اللہ کی رهنمائی } طلب کرنا چاہیے

تیسرا حصہ - سیدھا رستہ یعنی مذہب، نوع انسان کے لیے اسلام ہے

(۱) عزت کا رستہ (خدا کا فضل جن کے شامل حال رہا اُن کا رستہ)

(۲) نہ گناہ کا رستہ (نہ اُن کا رستہ جو جان بوجھ کر غلط رستہ چل رہے ہیں) -

---

* اس سے علم معاد کے جملہ مسائل حل ہو جاتے ہیں اور یہ بات سمجھ میں آجاتی ہے کہ جس کی طرف سے مخلوق کے پیدا کرنے کی ابتدا ہوئی ہے اُس کی طرف بازگشت بھی ضروری ہے (مترجم) —

† چونکہ انسان کی تمام قوتوں اور مقدرت کا مرجع اللہ برتر ہے اور اُس کی قوت و عظمت کے مقابلے میں غیر کی طاقت و نمود قابل اعتبار نہیں اس لیے آدمی اپنے قلب کی صفائی اور دین و دنیا کے مقاصد حاصل کرنے کے لیے بجز اللہ کی ذات پاک کے کسی دوسرے کی عبادت نہ کرے — (مترجم)

(۳) نہ گمراہوں کا رستہ (نہ اُن لوگوں کا رستہ جو سہواً بھٹک گئے ہیں)۔

غور طلب امر یہ ہے:۔

(الف) دوسرے حصے میں انسان کے تین فرائض بتائے گئے ہیں ان میں کا ہر ایک فرض خدا کی اُن ہر سہ صفات کے متعلق ہے جن کا ذکر پہلے حصے میں کیا جا چکا ہے۔

(ب) تیسرے حصے میں وہ عزت کا رستہ جو سیدھا رستہ ہے بتایا گیا ہے۔ یہ درمیان کی راہ دو دشوار رستوں کے بیچ میں سے نکلی ہے یعنی ایک طرف تو دیدہ و دانستہ گناہ کرنے والوں کا رستہ ہے اور دوسری طرف وہ رستہ ہے جس پر گمراہ چل رہے ہیں۔

(ج) اسلام کی نماز بہ مقابلہ عیسائی مذہب کی نماز کے سہل و آسان ہے۔ میں ایک کو اچھا اور دوسری کو برا نہیں کہہ سکتا بلکہ دونوں بہت اچھی ہیں۔ البتہ ایک دوسری سے زیادہ آسان معلوم ہوتی ہے اور یہ فرق مقابلہ کرنے سے معلوم ہو جاتا ہے۔ چنانچہ دونوں نمازیں ذیل میں درج کی جاتی ہیں:۔

مسلمانوں کی نماز	عیسائیوں کی نماز
فاتحہ	خدا کی دعا

تعظیم (اسلامی نماز)	تعظیم (عیسوی نماز)
(الف) الحمد للّٰہ رب العالمین ہر طرح کی تعریف خدا ہی کو سزاوار ہے جو تمام جہان کا پروردگار ہے۔ الرحمن الرحیم مالک یوم الدین نہایت رحم والا مہربان روز جزا کا حاکم۔	(الف) اے ہمارے باپ تو جو آسمان پر ہے تیرا نام پاک مانا جائے تیری بادشاہت آئے۔
اطاعت	**اطاعت**
(ب) ایاک نعبد وایاک نستعین ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں۔	(ب) تیری مرضی جیسی آسمان پر پوری ہوتی ہے زمین پر بھی ہو۔
منت	**منت**
(ج) اہدنا الصراط المستقیم صراط الذین ہم کو (دین کا) سیدھا رستہ دکھا ان لوگوں کا رستہ انعمت علیہم غیر المغضوب علیہم جن پر تو نے (اپنا) فضل کیا	(ج) ہماری روز کی روٹی آج ہمیں دے اور جس طرح ہم نے اپنے قرضداروں کو معاف کیا ہے تو بھی ہمارے قرض ہمیں معاف کر اور ہمیں آزمایش میں نہ لا بلکہ برائی

نہ اُن کا جن پر تیرا غضب نازل ہوا۔	سے بچا۔
ولا الضالین۔ آمین	آمین
اور نہ گمراہوں کا۔ آمین	(انجیل متی باب ۶ آیت ۹ تا ۱۳)
(قرآن سورہ ۱)	

اگر تم ہوشیاری کے ساتھ ہر دو نماز کے ان فقروں کا مقابلہ کروگے جن پر میں نے (الف) (ب) اور (ج) کا نشان لگا دیا ہے تو تمہیں بجز زبان کے فرق کے ان کے اصلی مطلب میں کوئی اختلاف نہ معلوم ہوگا۔ دونوں نمازوں میں —

(الف) تعظیم

(ب) اطاعت اور

(ج) منت

کی ایک ہی خواہش پائی جاتی ہے۔ یہ دونوں خدا کی تعریف سے شروع ہوتی ہیں جو سزاوار حمد ہے۔ دونوں میں اس کی ذات پر ہمارے کامل بھروسا کرنے، راضی برضا رہنے، عمل نیک کرنے کی ہدایت اور حرص و ہوا سے محفوظ رکھنے کی توفیق عطا کرنے کا مذکور ہے —

دنیا کے مذہبی طریقوں کے بالمقابل مطالعہ کرنے سے جو نتائج پیدا ہوتے ہیں ان کے بالکل مطابق عیسائیوں کی اور نیز مسلمانوں کی نماز کے ہر سہ حصے (الف) (ب) و (ج)

ہیں ، یہ تمام مذاہب کے ان ہر سہ حقیقی عنصر کی مطابقت کا دعویٰ کرتے ہیں : —

(الف) وجود باری تعالیٰ کا "اعتقاد" جو یکتا و بے نیاز ہے -

(ب) اس قادر مطلق کی ذات پر کامل بھروسا رکھنے کا "احساس" اور

(ج) انسان کی روزانہ زندگی میں اس قادر مطلق کی ہدایت طلب کرنے کی آرزو اور جستجو کی "خواہش"-

اس سے تمہیں یہ معلوم ہوگا کہ انجیل کی خدا کی نماز اور قرآن مجید کے ابتدائی سورہ کی تعلیم دنیا کے تمام مذاہب کی بنیادوں تک پہنچتی ہے- فی الحقیقت یہ دونوں ایسی جامع نمازیں ہیں کہ ان کو خضوع کے ساتھ پڑھنے میں کسی شخص کو ذرا بھی تامل نہ کرنا چاہیے —

ہمیں اُن تمام مذاہب کو جن کے اصول میں خدا کی وحدانیت (توحید) لازمی ہے اُسی نظر سے دیکھنا چاہیے جس نظر سے کہ سینٹ پیٹر " St. Peter " نے یہ لکھتے وقت دیکھا تھا : —

" اب مجھے پورا یقین ہو گیا کہ خدا کسی کا طرفدار نہیں - بلکہ ہر قوم میں جو اس سے ڈرتا اور راست بازی سے رہتا ہے وہ اس کو پسند کرتا ہے " - (اعمال باب ۱۰ آیت ۳۴ - ۳۵) —

اسی طرح قرآن مجید میں بھی :—

جو لوگ ایمان لائے ہیں	آلذین امنوا
اور نیک عمل کرتے ہیں	وعملوا الصلحت

جا بجا آیا ہے —

زبور میں ہے -

"خدا پر اعتقاد رکھ اور بھلائی کر" —

(۳)

۱- مذہب کیا ہے؟

میں بیان کرچکا ہوں کہ حقیقی اسلام دنیا میں بہترین مذہب ہے - اپنے اس قول کو ثابت کرنے کے لیے مجھے اب ان امور کا بیان کرنا ضروری ہے :—

۱ - مذہب سے میری کیا مراد ہے؟

۲ - حقیقی اسلام کیا ہے؟

۳ - اسلام کیوں بہترین مذہب ہے؟

۱ - مذہب، اللہ اور کائنات -

مذہب

کوئی ذی فہم شخص ایسا نہ ہوگا جس نے اپنے اطمینان کی غرض سے اپنے دل سے آپ ہی آپ یہ سوالات نہ کیے ہوں :—

یہ عالم کہاں سے آیا؟ اور اس کی انتہا کیا ہوگی؟ یا یوں کہو کہ عالم انسانی، عالم حیوانات و نباتات اور وہ اشیا جن کا میں ہر روز مشاہدہ کرتا ہوں ان کا مبدا کیا ہے اور انجام (معاد) کیا ہوگا؟ - ان سوالات کا جواب جو شخص جس پیرائے میں دے وہی اس کا مذہب ہے- البتہ بعض سنجیدہ آدمی (شعراء حکما اور ماہرین علم الہیات)

ایسے ہیں جو اپنے قلب کو مطمئن کرنے کے لیے اپنی قوت ادراک سے ان سوالات کے جواب نہایت ہی غور* و فکر سے دیتے ہیں - لیکن بہ لحاظ کثرت تعداد ایسے لوگ (جن میں مرد اور عورتیں دونوں ہی شریک ہیں) زیادہ ہیں جنہیں وہی جواب معلوم ہیں جو ان کے والدین، مرشدوں یا واعظوں نے ان کو بتائے ہیں - ان کے علاوہ ایک قلیل تعداد ایسے اشخاص کی ہے جو ان سوالات کے حل کرنے کے لیے ذرا بھی تکلیف اُٹھانا پسند نہیں کرتے - چونکہ ان میں غور و فکر کرنے کا مادہ مطلق نہیں ہوتا اس لیے یہ قابل ذکر بھی نہیں ہیں —

مذہب انسانی فطرت کی ایک ساکت اور لطیف قوت کا نام ہے جو اس کے دل میں چپکے چپکے محرک ہے اور اس کا رجحان ہمیشہ نیکی کی طرف رہتا ہے - اس قوت کا مواد

---

* ہاویلاک ایلس (Havalock Ellis) کا بیان ہے :-

"تعجب ہے کہ جو لوگ دہریئے لامذہب، دنیا سے بے تعلق بظاہر اس عالم کی ہر شے کے تاریک رخ کے دیکھنے والے نظر آتے ہیں یا اس کے خواہاں ہیں انہیں کے قلب میں مذہب ہے کہ چھپا ہوا بیٹھا ہے یا یوں کہو کہ جو لوگ بڑی باریکی سے دنیا کی نبض کے محسوس کرنے والے ہیں وہی تو دراصل مذہبی آدمی ہیں جو اپنے موقع پر اس نبض کو قرار واقعی طور پر اُبھار دیتے ہیں" - (مصنف)

انسان کا وہ علم ہے جس کی بنا پر وہ اپنی ذاتی اور دنیوی آغاز و انجام پر یقین لایا * ہے —

الله | دنیا کے آغاز و انجام یا انتظام عالم † کے سوالات کے متعلق کوئی معقول اور صریح جواب بغیر خدائے واحد و یکتا پاک و بے نیاز کے وجود کو تسلیم کیے ہوے نہیں دیا جا سکتا [اس کی ذات کی نہ ابتدا ہے نہ انتہا وہ ہمیشہ سے ہے ہمیشہ رہے گا اس کا وجود مشروط نہیں ہے کسی وقت کا اور وہ محدود نہیں ہے کسی جگہ کے لیے وہ لیس کمثلہ شیء ‡ (کوئی چیز بھی اس جیسی نہیں) کی مصداق ہے] اسی پاک وحدہ لا شریک لہ کی ذات § کو مختلف مقامات

---

* مذہب کے معنی آئین ، معتقدات اور حقوق کے بھی لیے جاتے ہیں جو اس سے متعلق ہوں مگر میں نے یہاں لفظ مذہب کو اس معنی میں استعمال نہیں کیا ہے - (مصنف)

† یعنی دنیا کو جیسا کہ وہ جس طرح سے کہ ہم دیکھتے اور جانتے ہیں - (مصنف)

‡ " مجھے معلوم ہے کہ بلا کسی سبب کی مدد کے بھی جس وقت کہ بقاے روح اور اجزاے آخرت کی نسبت سچائی کے ساتھ غور کیا جاتا ہے تو اس سے خدا کا عقیدہ رکھنے کی دل میں رغبت پیدا ہوتی ہے " - کارڈینل نیومین (Cardinal Newman) (مصنف)

§ پروفیسر اسکاٹ الیٹ (Prof. Scott Elliot) اپنی کتاب پری ہسٹورک میں (Pre - historic Man) کے صفحہ ۳۳۸ میں

اور اوقات میں مختلف ناموں سے یاد کرتے رہتے ہیں - کسی نے "یزداں" کہا، کسی نے "ایشور" کہہ کے پکارا - کسی نے اس کا نام "یہوا" رکھا - کسی نے "گاڈ" کہا اور کسی نے "اللہ" - یہ سب نام اُسی یکتا و بے نیاز خدا کے ہیں *

سنگ ہو کوئی خوشنما گُل ہو کوئی گُلاب کا
طائر خوشنوا بھی ہو یا کہ نخل بے زباں!
ہستیء کائنات جلوہ ہے تیرے نور کا
بحر کرم کی اے خدا تیرے ہے سیل یک رواں

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۵)

لکھتے ہیں :- "یہ بات سچ ہے کہ قریب قریب ہر ایک انسانی قوم نہ صرف خدائے تعالیٰ کا اعتقاد رکھتی ہے بلکہ جہاں تک مشاہدہ کام دیتا ہے اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ وہ اس خدائے یکتا کی تعظیم کرتی ہے جس کی نسبت بالعموم خیال کیا جاتا ہے کہ یہ آسمان اور دنیا جہان کا پیدا کرنے والا ہے اور اس امر کی بھی کافی شہادت موجود ہے کہ نوع انسان کی ہر ایک قوم کے دل میں اپنے نشونما پانے کے بالکل ہی ابتدائی زمانہ میں نا معلوم خدا کے خوف و احترام کا احساس پیدا ہوگیا تھا۔

* اور یہ وہی تو خدائے برتر ہے جس کی یاد سے کوئی دل خالی نہیں۔

ہندو نے صنم میں جلوہ پایا تیرا
آتش پہ مغاں نے راگ گایا تیرا
دھری نے کیا دھر سے تعبیر تجھے
انکار کسی سے بن نہ آیا تیرا (حالی)

مترجم

خدا شناسی کا ادراک! خدا کی صفات اور ان کا تعلق کائنات کے ساتھ

بیان کرنے کے طریقے بہت ہونے کے سوا مختلف بھی ہیں اور رہیں گے لیکن میں سر دست انہیں تین صفات کو مجملاً علاحدہ علاحدہ عنوان کے تحت بیان کرتا ہوں کیوں کہ مجھے یقین ہے کہ اس بارے میں دوسرے خیالات، رائیں یا ادراکات جو کچھ بھی ہوں وہ صرف ان میں سے دو یا دو سے زیادہ پر مشتمل ہوں گے :—

الف - خدا شناسی کا ادراک :-

۱ - خدا ایسا جو ازلی و ابدی ہے یعنی دایم الوجود جو کبھی فنا نہیں ہونے والا -

۲ - خدا وہ جو قادر مطلق یعنی قدرت و قوت والا ہے -

۳ - خدا ایسا جو سب سے اعلیٰ اور فوق المرتبہ * ہے -

---

* فی الحال دنیا میں تین تبلیغی مذہب پھیلے ہوے ہیں- یہ ایسے مذاہب ہیں جن کے بانی علی الخصوص یہ عزم و ارادہ رکھتے تھے کہ بلا کسی امتیاز کے تمام آدمیوں کو سلسلۂ اتحاد میں لاکر ایک عالمگیر اخوت قایم کردی جاے- ان میں :-

اول - بدھ مذہب جو اس قول پر قایم ہے کہ خدا قانون (مقدا ولہ) یا علم ہے —

دوم - اسلام تعلیم دیتا ہے کہ خدا قوت یا زور ہے —

سوم - دینِ مسیحی کہتا ہے کہ خدا باپ یا محبت (عشق) ہے-

ب - خدا کے مخصوص صفات کے بارے میں

لوگوں کی رائیں :-

۱ - خدا جو خالق اور پروردگار ھے -

۲ - خدا جو الحفیظ یا الولی ھے -

۳ - خدا جو العدل یا منصف * ھے -

ج - کائنات + کے ساتھہ (یعنی عالم انسانی، عالم حیوانات

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۷

لیکن یہ تمام مذاھب ان ھرسہ اشکال میں بیشک ایک ھی صداقت کو سمجھاتے ھیں - اھل تصوف کے بیان کے مطابق میں یقین کرتا ھوں کہ انھوں نے علم الٰہی کے اصول جو قائم کیے ھیں ان کی بناء امر یہ ھے کہ خدا شدید القوت (القوی) ھے جو بطور قانون متداولہ کے اپنے تئیں ایک ھی طرح سے ظاھر کرتا رھتا ھے اور اپنے فضل سے بطور محبت کے عمل پیرا رھتا ھے :- علم = قوت = محبت = عشق- تمھیں اس مسئلہ کو خود حل کرنا چاھیے اگر تم خوب غور کروگے تو اس کے سمجھنے سے قاصر نہ رھوگے -

* انھیں ھر سہ متذکرۂ بالا مذاھب کو اس موقع پر بھی پیش نظر رکھہ کر ان کی مطابقت کو دیکھو :—

خالق = الولی = العدل

خدا نے موسیٰ سے کہا کہ میں وہ ھوں جو میں ھوں (کتاب خروج باب ۳ آیت ۴) مصنف —

+ بعض صوفی فطرت اور اس کے حوالی کو ذات یا شخص سے مراد لیتے ھیں - اور "شخص" سے ان کی مراد وہ ھستی ھے جو بجائے خود یہ غور کرنے کی قابلیت رکھتی ھو مثلاً "میں"

و نباتات اور دیگر موجودات کے باھمی تعلق کے
متعلق جس کا علم انسان کو ھے) خدا کا تعلق رکھنے
کی نسبت خیالات :—

۱- ھمہ اوست } خدا کی ذات کائنات سے اعلیٰ ھے وھی دنیا کا پیدا کرنے والا اور کارخانۂ عالم کا سنبھالنے والا ھے } (وحدت شھود کے معتقد)

۲ - ھر چہ ھست اوست = خدا کائنات میں ھے مگر کائنات
خدا نھیں (وحدت الحلول کے معتقد) -

۳ - ھمہ اوست = خدا عالم ھے اور عالم خدا ھے (وحدت الوجود*
کے معتقد) —

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۸)
یا " مجھے " اور اس کے علاوہ ھر شے جیسا کہ " میں نھیں "
" مجھے نھیں " جو کہ اس کا حوالی ھے - مصنف —
* یہ کہا جاسکتا ھے کہ وہ تمام ھر سہ خیالات جو کائنات کے
ساتھہ خدا کا تعلق رکھنے کی نسبت ھیں (یعنی ان ھر سہ
مسائل کے معتقدین جن کے نام جدا جدا قوس میں درج ھیں)
دراصل یہ قرب الٰھی حاصل کرنے کے انسانی مدارج ھیں -
مولانائے روم نے اپنی مثنوی کے دفتر سوم میں وقوتی علیہ الرحمۃ
کی اس حکایت میں : —

گفت روزے می شدم مشتاق وار
تا بہ بینم در بشر انوار یار

انواع و اقسام کی مثالیں دے کر یہ ثابت کیا ھے کہ باعتبار
جنسیت تمام مذاھب ایک ھی ھیں — (مصنف)

متذکرۂ بالا بیان صرف سرسری طور سے لکھا گیا ہے مجھے نہ اتنی فرصت ہے نہ گنجائش کہ میں اسے صراحت کے ساتھ بیان کروں - تاہم جرأت کرکے چند نکات تحت کے حاشیے میں بتاتا ہوں مگر ان کے بھی نا مکمل ہونے کا مجھے احتمال ہے - مجھے اس موقع پر یہ بیان کرنا چاہیے کہ منجملہ تین مندرجۂ بالا خیالات کے (یعنی ہمہ ازوست، ہر چہ ہست اور ہمہ اوست) اسلام متوسط یا درمیانی خیال کو تسلیم کرتا ہے - مگر ہر شخص تھوڑا سا غور کرنے سے بآسانی معلوم کر سکتا ہے کہ باقی کے دو خیالات پر بھی یہ حاوی ہے۔ لیکن تمہیں فی الحال میرے اس مجمل بیان کو یا اُن الفاظ کو جو قوس میں درج ہیں سمجھنے کی ضرورت نہیں ہے - اس کی صراحت میرے آئندہ نوٹوں سے ایک حد تک ہوجائے گی - ہاں یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ جتنے آدمی اُتنے ہی اُن کے خیالات - اور جتنے خیالات خدا کے بارے میں ہیں اور جتنی رائیں خدا کی صفات کے متعلق ہیں اور جس قدر خیالات اشیاء کی ابتدا اور انجام (مبداء و معاد) کی نسبت ہیں اور جس قدر غور کرنے والے ذہن اور افہام * ہیں اسی

---

* دیکھو چوتھے نوٹ کا آخری فقرہ اور دسواں نوٹ - الطرق الی اللہ بحسب الانفس جتنے قلوب اُتنے ہی خدا کی جانب لے جانے کے رستے - (مصنف)

مناسبت سے اتنے ھی مذاھب بھی ھونے چاھئیں —

مذھب * انسان کے لیے کیوں ضروری ھے ؟ مجھے اس سوال کے مختصر سے جواب کے بعد اس نوٹ کو ختم کر دینا چاھیے - چونکہ انسان کی متضاد سرشت کے باعث جیسا کہ شاعر کہتا ھے -

با بہائم بہرہ داری با ملائک نیز ھم

کسی سوسائٹی (جماعت) کا بغیر مذھب کے قایم ھونا ناممکن ھے اور یہ صرف اس وجہ سے کہ انسان کی فطرت میں دوگونہ اوصاف ھیں - ماھرین علم سائنس (مثلاً سرالیورلاج Sir Olivor Lobge وغیرہ) بھی اسے تسلیم کرتے ھیں کہ انسانی سرشت میں دوقوتیں ھیں - ایک " اعلیٰ " اور دوسری "اسفل " - پہلی قوت اسے بلندی پر چڑھاتی ھے اور دوسری اس کے مدنی الطبع وجود کو نیچے گرا کر اسے جانوروں کے ہم پلہ بنا دیتی ھے - مذھب اس لیے ضروری ھے کہ انسان کی

---

* مذھب انسانی روح کو اس کے انتہائی بلندی کے خیالی مقام (خدا) کے سامنے جگہ دیتا ھے اور معمولی نیکی کے درجے سے چڑھا کر بلندی پر پہنچا دیتا ھے - اس سے کم از کم یہ فائدہ پہنچتا ھے کہ انسان کو دنیا میں عزت و احترام کی زندگی بسر کرنے کے بعد ایسی حیات جو خدا کے انوار تجلی میں رھے عطا ھوتی ھے - (میکس ملر) -

Max Mullor

(مصنف)

اعلیٰ فطرت اس کی اسفل خصلت پر غالب آجائے تاکہ یہ نیکی کی صفت سے متصف ھو کر مل جل کر رھنے کے قابل بن جائے اور اپنے ھم جنسوں کے ساتھه بھلائی اور نیکی کے کام کرے، نہ یہ کہ محض جانور کی طرح زندگی بسر کرے جسے صرف چابک ھی شرارت کرنے سے باز رکھه سکتا ھے۔ فی الحقیقت مذھب ھی کی بدولت انسان کو بلند خیالی اور پارسائی کی زندگی بسر کرنے کی توفیق حاصل ھوتی ھے اور یہ بات مسلم ھے کہ بنی نوع انسان کی ترقی کے لیے بلند خیالی اور پارسائی کی زندگی لازمی ھے —

۲ - حقیقی اسلام کیا ھے ؟

اس سوال کے جواب کے لیے سورۂ فاتحہ کی (جو قرآن مجید کا خلاصہ ھے) چار آیتیں کافی ھیں - میں اس کی تشریح پہلے ھی کر چکا ھوں اور عیسائیوں کی نماز سے اس کے مقابلہ کرنے کے متعلق تمھیں لکھہ چکا ھوں - مجھے یقین ھے کہ تم نے بھی اس کی فصاحت و بلاغت اور سلاست عبارت کو دیکھہ کر از روے سائنس اس کی صحت کی مطابقت پر غور کرکے تعریف کی ھوگی - میں اس سے قبل جو بیان کر چکا ھوں اس میں اتنا اور اضافہ کرنا چاھتا ھوں کہ سورۂ فاتحہ ھمیں تین بڑی اور ابدی صداقتوں کی تعلیم دیتی ھے :—

اول - اللہ ایک ھے جو خالق ارض و سما ھے (ھر چیز کا پیدا کرنے والا) جس کی شان سورۂ اخلاص کے ان بے مثل الفاظ سے ظاھر ھوتی ھے :—

قل ھو اللہ احد	کہو کہ وہ اللہ ایک ھے
اللہ الصمد	اللہ بے نیاز ھے
لم یلد و لم یولد	نہ اس سے کوئی پیدا ھوا اور نہ وہ کسی سے پیدا ھوا
ولم یکن لہ کفواً احد	اور نہ کوئی اس کی برابر کا ھے

دوم- (الف) - خدا ہمارا خالق ہے ہمیں اسی کی عبادت، تعظیم اور عزت کرنی چاہیے اور صرف اسی کی نہ کسی اور کی- یہ خدا کا فرض ہے جو ہمیں ادا کرنا چاہیے —

(ب) پھر خدا ہمارا مہربان، حامی و نگہبان ہے، ہمیں اسی کی حمایت و حفاظت طلب کرنی چاہیے- یہ ہمارا ذاتی فرض ہے- اسے ہمیں اپنی ذات کے لیے پورا کرنا چاہیے —

(ج) بالآخر ہمارا خدا منصف حقیقی اور حاکم مطلق ہے، ہمیں اس سے ہی ہدایت اور رہنمائی طلب کرنی چاہیے- یہ وہ فرض ہے کہ جسے ہمیں اس دنیا میں جس دنیا میں کہ ہم رہتے ہیں اپنے ہم جنسوں (حتیٰ کہ ادنیٰ جانوروں) کے ساتھ (بھی) بجا لانا چاہیے —

کہیں تم ایسی غلطی نہ کرنا کہ خدا کسی ایک معینہ وقت یا کسی ایک مقید جگہ پر خالق ہے- دوسرے موقع اور وقت پر حامی و نگہبان ہے اور تیسرے وقت عادل ہے- نہیں ایسا ہرگز خیال نہ کرنا چاہئے- ہر محل و ہر موقع پر خدا وہی خدا ہے جو خالق بھی ہے، حفیظ بھی ہے؛ عادل ہے اور جو یکتا و بے مثل ہے کیوں کہ اس کی صفات عین ذات، ہیں- یہ تو

ہم نے اپنی سمجھ کے موافق خدا شناسی کے خیال سے اس کی مخصوص صفات کو جدا جدا اس کی تعظیم کرنے کی نیت سے ذہن نشین کر لیا ہے۔ یعنی جس وقت ہم اس کی عبادت کرتے ہیں تو سمجھتے ہیں کہ وہ ہمارا خالق ہے اور جب اس کی حفاظت کے خواہاں ہوتے ہیں تو ہم اُسے اپنا حامی و نگہبان جانتے ہیں اور جب اس کی ہدایت کے خواہاں ہوتے ہیں تو ہم اُسے اپنا حاکم یا منصف حقیقی خیال کرتے ہیں۔ چوں کہ ہم فنا ہونے والی مخلوق ہیں اس لیے وقت، جگہ اور ضروریات نے ہمیں اپنا پابند بنا رکھا ہے۔ خدا کی ذات پر ان میں سے کسی ایک بات کا بھی اطلاق نہیں ہو سکتا، اس کی ذات یکتا و بے نیاز ہے، اس کی نہ ابتدا ہے نہ انتہا، وہ دائم الوجود ہے، اس کی ذات غیر مشروط و غیر محدود اور کسی وقت اور جگہ کی پابند نہیں، وہ غنی ہے اور اس کی ذات کسی شے کی محتاج نہیں۔ خدا کی ذات کی نسبت اسلام کی یہی تعلیم ہے —

سوم۔ ہم جو اپنے ہم جنسوں کے ساتھ معاملہ کرنے کے لیے خدا کی ہدایت کے طالب ہوتے ہیں اس کی نسبت سورۂ فاتحہ ہمیں کیا تعلیم دیتی ہے؟ یہ نیکی و عزت کا رستہ بتاتی ہے جو دو سخت رستوں، ایک گمراہوں کا رستہ اور دوسرا گناہ کا رستہ ہے، ان کے درمیان واقع ہوا ہے۔ ایک

مسلمان کا سیدھا رستہ یعنی اس کا صحیح طریق عمل دو سخت رستوں یا شیوۂ عمل کے درمیان ہے- اس طرح کہ ایک طرف تو اُن لوگوں کا رستہ ہے جو گناہ کرتے ہیں اور باوجود جاننے اور سمجھنے کے خدا کی مرضی کے (جو کائنات یا نیچر سے ظاہر ہے) خلاف چلتے ہیں اور دوسری طرف اُن کا رستہ ہے جو بلا خواہش محض جہالت کے سبب خدا کی مرضی کے خلاف گمراہ ہیں —

سیدھے رستے (صراط مستقیم) کا محل وقوع یوں ہے: —

گمراہی	نجات	ضلالت
گناہ کا رستہ	عزت کا رستہ	غلط رستہ
جو تباہی اور بربادی کی طرف لے جاتا ہے	جو راحت جاودانی کی جانب لے جاتا ہے	جو گھبراہٹ میں پریشان کرکے برائی کی سمت لیجاتا ہے

اس سے تمہیں معلوم ہوگا کہ حقیقی اسلام کے تین فرائض ہیں- (۱) خدا کا فرض- (۲) اپنی مخصوص ذات کا فرض اور (۳) اس کے بندوں کا فرض- اور ان فرایض کی ادائی گمراہی اور ضلالت کو ترک کرنے اور خدا کی رہنمائی کی دوامی التجا کے ساتھہ درمیانی رستہ اختیار کرنے سے ہوتی ہے- چنانچہ ہمارے رسول مقبول صلعم نے بتاکید فرمایا ہے: —

خیر الامور اوسطہا

بیچ کی راہ کے تمام کام اچھے ہوتے ہیں

پس اسلام یا مسلم کے تمام کام اسی اصول کے تابع رہنے چاہیئیں - یہی اصل اصول اسلام اور اسلامیوں کے ہیں - اس کے ساتھ ساتھ فرائض ثلاثہ جن کی تشریح نیچے ہے ذہن نشین کرنے کے قابل ہیں —

(الف) خدا کا فرض :— اُس کی عبادت یا پرستش ہے جس سے نہایت ہی عجز و انکساری و رضامندی کا اظہار ہو = اسلام -

(ب) اپنا ذاتی فرض :- اس سے مراد ذاتی سلامتی (حفاظت) یا ذاتی فضیلت حاصل کرنا ہے = اسلام -

(ج) دوسروں کا فرض :— جس کا منشا امن و امان کی زندگی بسر کرنا اور مخلوق خدا کی خیر خواہی کرنا ہے = اسلام —

اسلام * بحیثیت مذہب انہیں تین فرائض کی ہدایت

---

* لفظ اسلام کے لغوی معنی حرف بحرف (۱) اطاعت (۲) محافظت (۳) سلامتی یا امن کے ہیں - لارڈ ٹینی سن Lord Tennyson نے عاجزی کے ساتھ اپنی ذات کو خدا کی مرضی کے حوالہ کر دینے کے اسلامی خیال کو نہایت ہی قابل تعریف طور پر بیان کیا ہے اور آزادیء اختیار کے تکلیف دہ

کرتا ہے اس میں کمی و بیشی کی گنجایش نہیں - اسلام نہ فلسفہ ہے نہ سائنس ہے البتہ یہ ایسا مذہب ہے جو قلب انسانی میں ایک ایسی کیفیت پیدا کر دیتا ہے جس سے یہ اپنے ماحول سے مل جائے - یعنی یہ سکھاتا ہے کہ انسان کس طرح اپنی ذات کا تعلق خدا اور مخلوق خدا کے ساتھہ رکھے۔ سائنس اور فلسفہ دونوں کا اثر انسان کے قلب پر پڑتا ہےاور اسی حد تک اسلام کا تعلق سائنس اور فلسفے کے ساتھہ ہے - اسی وجہ سے صوفیوں اور بعض دوسرے فلسفیانہ خیالات کے مذہبی فرقے اسلام میں وقتاً فوقتاً پیدا ہوے ہیں - اسلام کا تعلق اعتقاد سے ہے جس کا اظہار عمل نیک سے ہوتا ہے سائنس اور فلسفے کا تعلق علم اور عقل سے ہے یعنے علم اور عقل کا میل اکثر اسلام سے ہوتا ہے - مگر علم و عقل اور اسلام ایک نہیں ہیں —

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۷)

سوال کا فیصلہ ایک مصرعہ میں اس طرح کر دیا ہے :—

Our wills are ours to make them thine

خواہش ہماری خواہش مرضی ہماری مرضی
تابع رہے خدا کے ہے اس لیے ہماری

مترجم

—— :o: ——

(۵)

وہ جو اسلام نہیں ھے

میں نے اس سے قبل کے نوٹ میں بہت مختصر طور پر یہ بتانے کی کوشش کی ھے کہ حقیقی اسلام کیا ھے اب میں بذریعہ امثال یہ بتانا چاھتا ھوں کہ وہ کیا ھے جو اسلام نہیں ھے یعنی وہ جو خارج از اسلام ھے —

کسی چیز کا بخوبی علم حاصل کرنے کے لیے یہ جاننا کافی نہیں ھوتا کہ " وہ کیا ھے " بلکہ اس امر سے بھی واقف ھونا ضروری ھے کہ " وہ کیا نہیں ھے " —

ا - قران مجید اور احادیث نبوی جس مذھب کی تعلیم دیتے ھیں وہ اسلام ھے اور جسے "محمڈنزم" Mohammadanism کے نام سے موسوم کرتے ھیں یہ صحیح نام نہیں ھے - جن کا عقیدہ اسلام ھے وہ مسلمین ھیں نہ کہ " محمڈی " Mohammadans مسلم عربی لفظ ھے اس کی جمع مسلمین اور مسلمون ھے ' اردو زبان میں بجائے ان کے لفظ مسلمان رائج ھو گیا ھے- ممالک یورپ کے عیسائی جو ھمیں اور ھمارے مذھب کو حضرت محمد صلعم کے نام مبارک سے (ٹھیک اسی طرح سے جس طرح سے کہ انھوں نے الفاظ " عیسائی " Christian

اور "دین عیسوی" Christianity کو حضرت "عیسیٰ" Christ کے نام نامی سے مشتق کر لیا ہے) منسوب کرنے لگے ہیں - لیکن "محمدن نزم" Mohammadanism اور "محمڈنس" Mohammadans کسی طرح سے بھی اسلام اور مسلمانوں کے صحیح نام نہیں ہیں - یہ تم ہیں ابھی معلوم ہو جائے گا * —

۲ - اسلام کے نقطۂ نظر سے تمام مذاہب کی تقسیم اس طرح کی جا سکتی ہے :—

مذاہب

برحق	یا	باطل
جن کے عقیدے میں توحید اور وحدانیت خدا ہے - اور مذاہب برحق یا تو		جو ایک سے زیادہ معبودوں کے عقیدے رکھتے ہیں - (گناہ کے رستے)

مرکب	ہیں یا	خالص
ایسے مذاہب جنہوں نے وحدانیت خدا کے خیال کے ساتھ خدا کے بارے میں اپنے انوکھے خیالات بھی شامل کر لیے ہیں (غلط رستے)		جیسا کہ حقیقی اسلام ہے جو تمام خیالات کی آمیزش سے بے میل ہے (نجات کا رستہ)

* جس مذہب کی تبلیغ محمد صلعم نے کی اس کا مشہور و معروف نام اسلام ہے " سیل Sale (مصنف)

غور کرو کہ ایک خالص مذہب جیسا کہ حقیقی اسلام ہے یہ باطل مذاہب اور خطا پذیر مرکب مذہب کے درمیان میں سے نکلتا ہے ٹھیک جیسا کہ قرآن مجید کا نجات کا رستہ گناہ کے رستے اور غلط رستے کے درمیان میں واقع ہے اسی طرح یہ دو انتہائی طریقوں میں کا درمیانی طریقہ ہے —

۳ - یہ عقیدہ رکھنا کہ اسلام کے علاوہ * دوسرا کوئی مذہب حق نہیں ہے، یہ اسلام کی تعلیم نہیں ہے - یہ غلط عقیدہ انسان کو ناجائز مذہبی جوش کی ترغیب دیتا ہے اور اس سے تعصب اور بیجا جذبات دل میں پیدا ہوتے ہیں - یہ طریقہ قرآن مجید اور آنحضرت صلعم کی تعلیم کے بالکل خلاف ہے - ہمیں قرآن مجید یہ عقیدہ رکھنے کی تعلیم دیتا ہے :-

---

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۰)

پیروان دین اسلام کا نام حضرت ابراہیم نے مسلمین رکھا ہے چنانچہ قران مجید میں ہے -

ھو الذی سماکم المسلمین من قبل	اسی نے پہلے پہل تمہارا نام مسلمان رکھا (مترجم)

* میں نے لفظ اسلام جس کی تعلیم حضرت محمد صلعم نے دی ہے محدود معنی میں استعمال کیا ہے اگر تم اسلام کا مطلب عقیدۂ وحدانیت خدا اور زندگی میں عمل صالح سمجھو تو تم یہ کہہ سکتے ہو کہ اسلام کے علاوہ نہ کبھی کوئی سچا مذہب ہوا ہے اور نہ ہوگا پس اس معنی میں اسلام ہی سچا مذہب ہے - دیکھو نوٹ نمبر ۲ کا آخری فقرہ (مصنف)

اے (محمد) جو (کتاب) تم پر اُتری اور جو تم سے پہلے اُتریں ان سب پر ایمان لاتے ہیں —	والذین یومنون بما اُنزل اِلیک و ما اُنزل من قبلک (سورۃ البقرع ۱)

اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ مذاہب حق بہت ہیں جن میں سے ایک مذہب اسلام ہے - آنحضرت صلعم کی یہ حدیث :—

"جس نے (صدق دل سے) کہا خدا کے سوائے کوئی معبود نہیں وہ جنت * میں داخل ہوگا یعنی اسے دائمی نجات حاصل ہوگی —	من قال لا اِلہ الا اللہ دخل الجنۃ (بخاری)

اس سے صریح طور پر معلوم ہوا کہ وہ تمام مذاہب جو توحید باری تعالیٰ کی تعلیم دیتے ہیں وہ مذاہب حق یعنی

---

* اسلام کے دائرے کی حقیقی وسعت کا اندازہ حدیث مذکور سے بخوبی کیا جاسکتا ہے - امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ نے بھی اسلام کو اس کی اصلی وسعت پر قایم رکھا مگر ہم اُن فقہا کو کیا کہیں جن کے قلم نے امام غزالی ' محی الدین عربی ' حضرت غوث الاعظم ' ابن تیمیہ ' ابو طالب مکی وغیرہ جیسے بلند رتبہ اشخاص کی نسبت کفر کا فتویٰ لکھا اور زبان سے انہیں کافر کہا - (سیرۃ النعمان حصہ دوم)

مترجم

خدا کے فضل کے رستے ہیں جو راحت دوام کی طرف لے جاتے ہیں۔
افسوس ہے کہ ایک زمانے سے اکثر مسلمان اسلام کی اس تعلیم
کو بھول گئے ہیں اس لیے یہ ہٹ دھرم متعصب بن گئے ہیں *
اسی وجہ سے موجودہ زمانے کی اسلامی حکومتوں کی سیاسی
قوت زیادہ زوال پذیر ہو رہی ہے —

۴- اسلام یہ بھی نہیں کہتا ہے کہ دنیا بھر کے مذہبوں
کو برحق مانو - یہ غلط عقیدہ مذہب کی طرف سے انسان

---

* کسی شخص کو نہ صرف اپنی ہی خاص ملت کی تعظیم کرنی چاہیے بلکہ بلا سبب کسی دوسرے شخص کی ملت کی اہانت بھی نہ کرنا چاہیے - مذمت کرنے کے لیے خاص وجوہ کا ہونا لازمی ہے بلکہ دوسرے لوگوں کی ملتیں بھی کسی نہ کسی سبب سے واجب التعظیم ہیں۔ اس طرح عمل پیرا رہنے سے ایک شخص اپنی ملت کو بھی ترقی دیتا ہے اور اس کے ساتھ ہی دوسروں کی ملت پر احسان بھی کرتا ہے - اس کے برخلاف عمل کرنے سے ایک شخص اپنی ملت کو بھی نقصان پہنچاتا ہے اور دیگر اشخاص کی ملتوں کے حق میں بھی غیر مفید ثابت ہوتا ہے (راجہ اشوک فرمان ۲) ہر ملت کے مذہبی احکامات کا خلوص کے ساتھ احترام کیا جائے گا اور صداقت کے ساتھ حکومت کی جائے گی - (آئین اکبری فرمان سوم) مصنف- نیکی و بدی کا معیار ایک دوسرے کا قریب قریب یکساں کے ہوتا ہے اس لیے ایک کو حق نہیں کہ وہ دوسرے کو برسر ناحق سمجھ کر برا کہے قرآن مجید میں ہے :-

لکم دینکم ولی دین (الکفرون ع ۱) مترجم

کو بے پروا کرکے دل میں کفر و الحاد کے خیال پیدا کر دیتا ہے - یہ قرآن مجید اور رسول خدا صلعم کی تعلیم کے قطعی خلاف ہے کیونکہ دونوں بہت سے مذہبوں کی نسبت برملا کہتے ہیں کہ وہ باطل ہیں - اگر ہر شخص بجائے خود یہ خیال کرنے لگے کہ ہر مذہب سچا ہے تو دو آدمی بھی ایسے نہ نکلیں گے جو کسی ایک مذہب کے بھی پابند ہوں اور اس سے ان کے اعمال و خیالات میں ذرا بھی مشابہت نہ پائی جائے گی اور آدمیوں کے درمیان اتحاد و اتفاق کا (جو خاندان قبیلہ قوم اور سلطنت کی جڑ ہے) قایم رہنا دشوار ہو جائے گا - خیال تو کرو مذہب کی طرف سے ایسی بے پروائی اور ناخدا ترسی کی باتوں نے آج کل کے بعض مسلمانوں کو نہ صرف اتفاق کی خوبیوں سے محروم کر رکھا ہے بلکہ بد اعتقادی کے باعث ان کی رفاہ عامہ کی مادی قوت کو بھی زائل کر دیا ہے - اس لیے رسوائی و بے حرمتی بے اعتقاد مسلمانوں کے حصے میں آ گئی ہے حالانکہ قرآن مجید مسلمانوں کو ان صریح الفاظ سے مخاطب کرتا ہے :-

وانتم الاعلون ان کنتم مومنین	اگر تم سچے مسلمان ہو تو تمھارا ہی بول بالا ہے -

میں جو کچھ کہ بیان کرچکا ہوں اس سے تم بآسانی یہ نتیجہ نکال سکتے ہو کہ ہمیں برائیاں چھوڑ کر بھلائی اختیار

کرنی چاہیے - اس لیے یہ اعتقاد رکھنا چاہیے کہ نہ تمام مذاہب برحق ہیں اور نہ سب باطل، ان میں بعض سچے مذہب بھی ہیں جن میں ایک اسلام بھی ہے - سچے مذاہب کی صحیح علامت وحدانیت خدا یعنی توحید ہے اور اسی وجہ سے تو مسلمانوں کو اسلام نے اہل کتاب یعنی عیسائیوں اور یہودیوں کے ساتھ اور ان کے ساتھ جو ایک خدا کے ماننے والے ہیں کھانے پینے رہنے بسنے حتیٰ کہ ان کی عورتوں سے شادی و بیاہ کرنے کی اجازت * دی ہے —

---

* آج (تمام) پاکیزہ چیزیں تمہارے لیے حلال کر دی گئیں -	الیوم أحل لکم الطیبٰت
اور اہل کتاب کا کھانا تمہارے لیے حلال ہے اور تمہارا کھانا ان کے لیے حلال ہے اور مسلمان	وطعام الذین أُوتوا الکتٰب حل لکم وطعامکم حل لهم والمحصنٰت من المومنٰت
بیاہتا بیبیاں اور جن لوگوں کو تم سے پہلے کتاب دی جا چکی ہے ان میں کی بھی بیبیاں تمہارے لیے حلال ہیں بشرطیکہ ان کے مہر ان کے حوالے کرو —	والمحصنٰت من الذین أُوتوا الکتٰب من قبلکم إذا آتیتموهن أُجورهن
(اور) تمہارا ارادہ (ان کو) قید (نکاح) میں لانے کا ہو	محصنین غیر مسافحین
نہ کھلم کھلا بدکاری کرنے کا اور نہ چوری چھپے آشنا بنانے کا مترجم	ولا متخذی أخدان (سورۃ المائدہ ع ٢٤)

۵ - مجھے بجائے خود ان لوگوں کو جو خدائے واحد کے ماننے والے ہیں (خواہ ان میں یہودی ہوں ، عیسائی ہوں یا منکر تثلیث یونیٹیرینس (Unitarians) انہیں موحدین یا مسلمین کہنے میں ذرا بھی پس و پیش نہیں ہے - کیونکہ یہ ایک ہی خدا کے ماننے والے ہیں لیکن میں انہیں "مومن" ہرگز نہ کہوں گا اس وجہ سے کہ ان کا عقیدہ خدائے واحد کی نسبت وہ نہیں ہے جس کی تعلیم ہمارے پیغمبر خدا صلعم نے دی ہے —

تمہیں معلوم ہے کہ ہمارے کلمے کے دو جز ہیں :—

(۱) لا اِلہ الا اللہ (۱) خدا کے سوائے کوئی معبود نہیں

اور

(۲) محمد رسول اللہ (۲) محمد خدا کے بھیجے ہوے (پیغمبر) ہیں —

جو لوگ اس کے پہلے حصے کے معتقد ہیں وہ مسلم ہیں اور جو پورے کلمے پر ایمان لاے ہیں وہ مومن ہیں ، مگر ہیں دونوں خدائے واحد کے ماننے والے - فرق ان میں اتنا ہے کہ مسلم مومن کی طرح حضرت محمد صلعم کو اپنے عقیدے کے لیے اپنا ہادی و پیشوا نہیں مانتا —

قرآن مجید اسلام کی یہ تعریف کرتا ہے :-

ہم تو اللہ پر ایمان لائے ھیں
اور (قرآن) جو ھم پر اترا
(اس پر)
اور (صحیفے) جو ابراھیم اور
اسمعیل اور اسحاق اور یعقوب
اور اولاد یعقوب پر اترے
(ان پر) اور موسیٰ اور عیسیٰ
کو جو (کتاب) ملی اور جو
دوسرے پیغمبروں کو ان کے
پروردگار سے ملا (اس پر) ان
میں سے کسی ایک میں بھی
(کسی طرح کی) جدائی نہیں
سمجھتے اور ھم اسی ایک خدا
کے فرماں بردار ھیں —

آمنا باللہ وما أنزل إلینا
وما أنزل إلی إبراھیم وإسمعیل
وإسحق ویعقوب والاسباط وما
أوتی موسیٰ وعیسیٰ وما أوتی
النبیون من ربھم لا نفرق بین
أحد منھم ونحن لہ مسلمون -
(سورہ البقر - ع ١٦)

٦ - "خدا کے سوا کوئی معبود نہیں ھے" چونکہ خدا ایک ھے بدیں وجہ انسان کے لیے ھر زمانے میں اس کی وحی کا بھی بلا اختلاف کے ایک ھی ھونا ضرور ھے اسی طرح سے ھمیشہ سے اور ھمیشہ کے لیے ایک ھی سچے مذھب کا ھونا بھی لازمی ھے، پس وہ مذھب دین اسلام ھے :-

ان الدین عند اللہ الاسلام (قرآن مجید ٣ - ١٧)

" البتہ دین پسندیدہ اللہ کا اسلام ہے"

جتنے پیغمبر آدم سے حضرت محمد صلعم کے زمانے تک ہوے ہیں اُن پر ایک ہی اور وہی وحی کی گئی ہے اور اس طرح اُنھوں نے اسلام اور صرف دین اسلام کی ہی منادی کی ہے کہ :—

ذالک الدین القیم (الروم - ع ۳) یہی دین کا سیدھا (رستہ) ہے*

مگر جب کبھی لوگ گمراہ ہو گئے اور دین اسلام کو چھوڑ کر لگے بت پرستی کرنے تو پھر انھیں میں سے منشاے الٰہی کے مطابق کوئی پیغمبر اسلام کی منادی کرنے کے لیے اُٹھ کھڑا ہوا اور نصیحت مشفقانہ سے گمراہوں کو نیکی (صداقت) کی طرف رجوع لانے کی دعوت † دیتا رہا -

* دیکھو صفحہ ۱۶ کا حاشیہ

† اس کا بھگوت گیتا (چہارم ۷ - ۸) سے مقابلہ کرو - اے بھارت (سنسکرت میں بھارت ہندوستان کو کہتے ہیں چونکہ اس ملک کا پہلا راجہ دشنت کا بیٹا " بھارت " نامی ہوا ہے اس لیے اس کے نام سے ہندوستان کو بھارت کہنے لگے (مترجم) جب سچائی کو زوال اور جھوٹ کو فروغ ہونے لگتا ہے تب میں (خدا) خود ظہور کرتا ہوں - نیکیوں کی حفاظت کرنے' بدکاروں کو سزا دینے صداقت کی نگہبانی اور اس کو قطعی طور پر قایم کرنے کے لیے میں خدا بار بار (یا وقتاً فوقتاً) " جنم لیتا رہتا ہوں "

اوپر کے خط کھینچے ہوے الفاظ ہندوؤں کے مسئلۂ حلول

غرضکہ جو پیغمبر یا خدا کا رسول ہوا اس نے بجز دین حق کو اصلی پاکیزگی پر پہنچانے اور اس کی صداقت و عصمت کی اصلاح کرنے کی سعی کے اور کچھ نہیں کیا - وہ بھی اسی قدر کہ انھوں نے اپنے زمانے کی عملی ضرورتوں کے لحاظ سے وحئی الٰہی کی تشریح کر دی البتہ احکام وحی کی تعمیل میں مرسلین الٰہی اور ان کے پیروؤں نے مختلف طریقے اختیار کیے —

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۸)
و اتحاد کو بتاتے ہیں - دیندار مسلمان اس قسم کے کسی اصول کا اعتقاد نہیں رکھتے بلکہ ان الفاظ کی بجائے (یعنی ہندوؤں کے اوتاروں کی شکل میں پیدا ہونے کے خلاف) قرآن مجید میں آیا ہے " ہم (خدا) رسول (بنا کر) بھیجتے ہیں "
(قرآن مجید ۱۶ - ۳۶)

(۶)

"اِسلام اور غیر اِسلام"

میرے خیالات جو "اسلام اور غیر اسلام کے متعلق ہیں ان کا اظہار اس نوٹ میں بھی اس غرض سے کرنا چاہتا ہوں کہ تم میری اس بحث کے متعلق اپنی صحیح رائے قایم کر سکو کہ دنیا میں بہت سے مذاہب ہیں جو اچھے بھی ہیں لیکن ان سب میں بہترین مذہب اسلام ہے —

۱- حضرت محمد صلعم کی وفات کو تیرہ سو برس سے زیادہ زمانہ گزرا- اب آپ کے مذہب کے معتقد روے زمین پر پچیس کروڑ بنی نوع انسان ہیں جو آپ سے ایسی ہی محبت، آپ کا ویسا ہی احترام کرنے والے ہیں جیسے کہ آپ کے زمانے کے پیروان خاص کرتے تھے —

صرف یہ مندرجۂ ذیل دو باتیں ایسی سچی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ: —

(اول) اس مذہب کی تہ میں کوئی ایسی اصلی اور حقیقی بات یقیناً پوشیدہ ہے جو اتنے آدمی اس کے معتقد ہیں-

(دوم) یہ کہ جس ذات بابرکات نے اس مذہب کی بنیاد رکھی اور اس کی منادی کی اُس کی شخصیت بلحاظ

عظمت و بزرگی غیر معمولی ہوگی —

کیوں کہ معمولی تجربے سے ہمیں یہ رہنمائی ہوتی ہے کہ

الف - جو بات جھوٹی ہو یا جس کی کچھ اصلیت نہیں وہ صدیوں پر صدیاں گزرنے پر بھی قایم رہ سکے، یہ ممکن نہیں —

ب - جب تک کہ کوئی آدمی نیک اور بلند حوصلہ نہ ہو ممکن نہیں کہ اس کی عزت کروڑوں آدمی کریں اور اس کی محبت کروڑوں آدمیوں کے دلوں میں باقی رہے —

اس لیے کسی مسلمان اور مومن کو حسب ذیل دو باتوں کے سوا اور کسی بات پر یقین لانے کی حاجت نہیں —

(۱) اسلام ایک اصلی اور سچا مذہب ہے —

(۲) محمد صلعم ایک عظیم المرتبت اور نیک نفس شخص * تھے —

* میرے ایک عیسائی دوست نے مجھے لکھا ہے کہ :- خدا کے وجود کا اعتراف کرنا اور محمد صلعم کی رسالت سے انکار کرنا ممکن ہے کوئی شخص اتفاقاً آدھی دنیا کے اعتقاد کو نہیں بدل سکتا (مصنف)

طامس کارلائل Thomas Carlyle کا بیان ہے : "اس شخص کی عظمت میں متانت کی شان نظر آتی تھی اور اس کا شمار ان لوگوں میں تھا جن کا مقصد سچائی کے سوا اور کچھ نہیں ہوسکتا اور جو فطرتاً بے لوث اور سچے ہوتے ہیں - دوسرے لوگ تحکمانہ مسائل اور سنی سنائی باتوں کو اپنا مسلک قرار

اس طرح تم اگر صدق دل سے—

لا اِلہ اِلا اللہ خدا کے سوائے کوئی معبود نہیں

پر یقین لاؤگے تو تم مسلم بن جاؤگے کوئی مضائقہ نہیں خواہ

تم کسی نام سے اپنے تئیں موسوم کرو اور جب تم آنحضرت

صلعم کو نیک * اور بزرگ ترین مان کر :

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۷۱)

دے کر دل کو تسلی دے لیتے ہیں۔ لیکن اس شخص کی تسکین ان باتوں سے نہ ہو سکتی تھی وہ اپنی روح اور عالم شہود کے مظاہر واقعی کے ساتھ عرصۂ کائنات میں اکیلا کھڑا ہوا تھا۔ حیات کا عظیم الشان عقدہ اس کو اپنی ڈراونی اور بھیانک صورت دکھاتا تھا اور کبھی اپنے انوار کی جھلک سے اس کی آنکھوں میں چکا چوند پیدا کر دیتا تھا۔ انا الموجود کی ناقابل اظہار حقیقت کو مظنونات اور مسموعات اس کے ادراک سے مخفی نہ رکھ سکتے تھے۔ اس کی سچائی اور خلوص ایک طرح سے ربانی الاصل معلوم ہوتے تھے۔ ایسے شخص کی بات اس صدا سے تعبیر کی جا سکتی ہے جو براہ راست خود فطرت کے دل سے نکلی ہو اِسی آواز کو انسان سنتا ہے اور لازم ہے کہ سنے۔ اس ایک آواز کے مقابلے میں باقی تمام صدائیں بے معنی ہیں۔ (دیکھو کتاب ہیرو اینڈ ہیرو ورشپ) مترجم۔

* نیکی اور بزرگی کے الفاظ سے متصف کرنے سے میرا منشا بشر ہونے کے باعث ہے کیوں کہ محمد صلعم نے کبھی اپنے قول و فعل سے یہ نہیں ظاہر کیا کہ وہ آدمی جیسے نہیں ہیں۔ قرآن مجید میں آنحضرت صلعم کی نسبت یہ ارشاد ہوا ہے :۔ قل اِنما اَنا بشر مثلکم (حٰم السجدہ)۔ (اے محمد

محمد خدا کے بھیجے ہوے
محمد رسول اللہ
(پیغمبر) ہیں —
پر ایمان لاؤگے تو تم مومن (دیندار) بن جاؤگے، خواہ
تمہیں لوگ کسی نام سے مخاطب کریں —
سر ایڈون آرنلڈ Sir Edwin Arnold نے اپنی عمدہ
نظم پرلس آف فیتھ "Pearls of Faith" اسماء حسنی
(اللہ کے ننانوے نام) لکھی ہے اس کے دیباچے کا کچھ حصہ
میں درج ذیل کرتا ہوں —
"اسلام کی روح توحید ہے اور اس کا دل اطاعت
مطلق برضاے الٰہی ہے۔ مذہب کی تاریخ میں
"نا معلوم خدا" کو یونان میں مشتہر کرنے والے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۷۲)

تم ان لوگوں سے) کہو کہ میں (بھی) تم ہی جیسا بشر ہوں۔ اسی لیے آپ نے تاکید فرمائی ہے کہ پیغمبر کے اوصاف کے مقابلے میں آدمی کو پیغام الٰہی کی اہمیت و خصوصیت کا زیادہ گرویدہ ہونا چاہیے۔ آپ نے فرمایا کہ میں بھی انسان ہوں پس دینی امور میں میرے حکم کی متابعت ضروری ہے مگر دنیاوی امور میں جب میں تمہیں حکم دوں تو میری راے ایک آدمی کی راے سے زیادہ نہیں (مصنف) —

کتب صحاح کی ایک بڑی حدیث کا ماخذ مضمون مندرجۂ بالا ہے جس کا ایک ٹکڑا یہ ہے :- آنتم اَعلم باُمور دنیاکُم یعنی دنیاوی امور سے تم خوب واقف ہو (مترجم) —

خیمہ دوز * پال کی تصویر اس سے زیادہ عظیم الشان نہیں جیسی کہ عرب کے دیوتاؤں کے مندر سے بجز ''اللہ تعالیٰ'' کے تمام بتوں کو باطل ٹھہرا کر نکال پھینکنے والے شتربان محمد، عبداللہ کے پوت آمنہ کے جائے کی ہے۔ جس نے خدائے تعالیٰ کے قدیم نام اور مقبول عام لقب کے ساتھ اس کی وحدانیت یا توحید کو کہ وہی زندہ کارخانۂ عالم کا سنبھالنے والا ہے قایم کر دیا اور اس انوکھے اور خداداد قابلیت رکھنے والے معلم نے ایک وسیع سلطنت نئے عقیدے اور نئی تہذیب کی پیدا کر دی اور انسانیت کے چھٹے حصے کو عالم شہود اور عالم اتحاد کے مظاہر حقیقی میں غوطہ زن ہونے کے قابل بنا دیا۔ اس ایسے اسلام کی

---

* سینٹ پال St. Paul کو عیسائی دنیا نے اپنے مذہبی اصول کا امام مانا ہے اسے پولوس Paulus بھی کہتے ہیں یہ رومی النسل تھا پہلے اس نے بیت المقدس میں دین یہود اختیار کیا پھر عیسائی بن گیا۔ اس نے حضرت عیسیٰ کی بشارت دینے اور اپنے اوپر روح القدس کے نازل ہونے کی عجیب و غریب کیفیت کچھ ایسی آب و تاب کے ساتھ بیان کی ہے کہ سب دنگ ہو گئے۔ آخر اس کی سحر بیانی نے اس کا اقتدار بڑھا دیا۔ یونان اور روم کے شہروں میں پھر پھرا کر اس نے دین مسیحی کو مشرکین مغرب کے عقائد میں ڈھال دیا اور اس کی اشاعت کرنے لگا۔ (مترجم)۔

تالیف قلوب کرنا چاہیے کیوں کہ یہ حقارت سے گوشۂ گمنامی میں دھکیل دینے کی چیز نہیں اور نہ اس کی بیخ کنی ممکن ہے۔ یہ دنیا کی تعلیم میں دوسرے مذاہب کے ساتھ برابر کا حصہ لے رہا ہے اور اس بعید الوقوع خدائی واقعہ میں بھی ضرور حصہ لے گا جس کی طرف ساری کائنات جا رہی ہے "۔

جن الفاظ پر خط کھنچا ہوا ہے میں ان کا حوالہ آئندہ نوٹوں میں دوں گا اور اس بات کو بھی ذہن نشین کر لو کہ یہ بھی خواہ عالم (کاسموپولیٹن Cosmopolitan) شاعر لفظ اسلام استعمال کرتا ہے نہ محمڈنزم Muhammadanism کا۔

۲ - یہ ہرگز اسلام یا ایمان نہیں ہے کہ محمد صلعم کو اس درجہ بڑھاؤ کہ خدائی کا درجہ دے دو یا اللہ کے ہم پلہ مان لو جس طرح بعض مولوی بتاتے اور کہتے ہیں کہ "شکل احمد * میں احد (خدا) ہے"۔ حالانکہ ہمارے پیغمبر صلعم

* محمد صلعم کا دوسرا نام احمد ہے مجھے اس قسم کی مجذوبانہ بڑھانکنے والوں کی نسبت کچھ کہنے کی ضرورت نہیں جو اپنے دعوے کو عجیب دلیل سے ثابت کرنے کےلیے پیغمبر کو خدا یا بندہ کو آقا (خدا) سمجھنے لگیں (مصنف)۔

موجودہ زمانے کے مسلمانوں کے شرک اور دعوائے توحید کی نسبت مولانا حالی نے خوب کہا —

نبی کو جو چاہیں خدا کر دکھائیں
اماموں کا رتبہ نبی سے بڑھائیں

نے اپنی ذات کی نسبت اس سے زیادہ نہیں کہا کہ میں بھی ایک آدمی ہوں اور ہم سب کو یہ کہنے کی تعلیم دی ہے :-

اَشہــــد اَن لا اِلـہ اِلا اللہ

و اَشہـد اَن محمداً عبـدہ ورسولہ

یعنی یہ کہ وہ صرف خدا کے بندے اور رسول تھے - ہاں البتہ ایک بات جس کا آپ اپنی ذات کے لیے دعویٰ کرتے رہے وہ اس سے زیادہ نہیں کہ خدا نے مجھے اپنی رسالت و پیغمبری کے لیے انتخاب کرلیا ہے تاکہ اس کے احکام لوگوں کو پہنچادوں - روڈویل Rodwell کا بیان ہے کہ " اس میں کوئی شک نہیں قرآن کی بنیاد پر ایک کثیر انبار جھوٹی کہانیوں کا اور اولیا کے تذکروں کا نافہمی سے لگا دیا گیا ہے جو شک و شبہ کے درجہ سے بھی بڑھے ہوے ہیں - لیکن اس کے جواب دہ محمد (صلعم) نہیں اور نہ آپ اُن زیادتیوں کے جواب دہ ہوسکتے ہیں جو وحشی اور خون کے پیاسے پیروان اسلام نے زمانۂ مابعد میں کیں " —

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۷۵)

مزاروں پہ دن رات نذریں چڑھائیں
شہیدوں سے جا جا کے مانگیں دعائیں
نہ توحید میں کچھ خلل اس سے آے
نہ اسلام بگڑے نہ ایمان جاے

(مترجم)

میں جب آنجناب معمولی آدمیوں کی طرح سے بات چیت کرتے تھے تو کوئی آثار نزول وحی کے ظاہر نہ ہوتے تھے —

اگر میں الہام ربانی یعنی وحی (جس کی بنا پر آپ پیامات الہی کو لوگوں تک پہنچایا کرتے تھے) کی اصل حقیقت کو بیان کروں تو میں اپنے مطلب سے بھٹک جاؤنگا البتہ اگر تم ایسی کتابیں جیسی کہ پروفیسر جیمس Prof. James کی تصنیف جس کا نام "Varieties of Religious Experience" ھے پڑھوگے تو تم اسے سمجھہ جاؤگے - تاھم ھمیں پاک باطن مومنین کی طرح اس حقیقت کو مان لینا چاھیے جیسا کہ آنحضرت صلعم کے صحابہ نے بیان کیا ھے کہ آنجناب بہ وقت نزول وحی بشریت سے بالکل علحدہ ھو جایا کرتے تھے —

قرآن مجید کی عبارت بجائے خود آج تک بے تعصب اشخاص کی زبان سے بھی یہ ثابت کرا رھی ھے کہ کسی معمولی آدمی کے معمولی اقوال نہیں ھیں - ان میں کوئی ایسی عجیب و غریب بات ضرور ھے جو خود بخود محسوس ھوتی ھے مگر اس کی تعریف و تشریح بذریعۂ الفاظ نہیں کی جاسکتی -

---

گبن " Gibbon " اور میور " Muir " جیسے مورخین اور سوانح نویس اور راڈویل " Rodwell " پامر " Palmer " اور لین پول " Lane Poole " جیسے مترجمین (قرآن) بھی قرآن مجید کی فصاحت اور اس کے پر زور طرز بیان کی

۳ - خدا کے وہ پیام و احکام جن کی تبلیغ آنحضرت صلعم نے لوگوں میں کی ان سب کو بہت جلد آپ کی وفات کے بعد اس عجیب و غریب کتاب میں جسے قرآن مجید کہتے ہیں جمع و محفوظ کرلیا گیا - اسے اب تیرہ سو سال سے زیادہ زمانہ گزرا اس کے ایک لفظ تو کیا ایک نقطے میں بھی فرق * نہیں آیا —

پیامات الہی جو قرآن میں ہیں اور آنحضرت صلعم کے ان ارشادات میں جو کتب احادیث میں جمع ہیں فرق یہ ہے کہ جس وقت رسول خدا صلعم پر کوئی پیام الہی ذریعۂ وحی نازل ہوتا تھا تو خود آنحضرت صلعم کو ایک خاص کیفیت محسوس ہوتی تھی اور جو لوگ اس وقت آپ کے نزدیک ہوتے تھے وہ دیکھتے تھے کہ آنجناب اس وقت بشریت سے علیحدہ ہو کر مدارک ملکوتی میں پہنچ گئے ہیں اور الہام ربانی کی قوت آنحضرت صلعم کو مجبور کر رہی ہے کہ جو پیام الہی آنحضرت پر ذریعۂ وحی نازل ہوا ہے اسے وہ بجنسہ لوگوں کو سنا دیں - اس کے علاوہ دوسرے اوقات

* قرآن مجید کی حفاظت خدائے تعالی نے اپنے ذمہ لی ہے - اس کا ارشاد ہے ' انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون - پس قیامت تک اس کے ایک لفظ یا شوشہ میں فرق آنے کی مجال نہیں ہے اور نہ اس میں غلطی اور خطا کا امکان —
(مترجم)

عظمت و شکوہ کے قائل اور اس کی تعریف میں رطب اللسان ہیں - حتیٰ کہ سیل "Sale" سا شخص یہ کہتا ہے کہ "فی الحقیقت قرآن مجید کے بعض مضامین تو بڑے ہی اعلیٰ پایہ * کے ہیں —

۴- ہم قرآن مجید کو خاص کر کلام الٰہی اس وجہ سے کہتے ہیں کہ اس میں وہ اعلیٰ درجہ کے پاک و روحانی پیاسات ہیں جنہیں اُمی لقب محمد صلعم نے بیان کیا ہے - عہد عتیق کی بعض کتابوں کی طرح نہ تو یہ تاریخ ہے اور نہ انجیل

---

* قرآن مجید کے مضامین کی فصاحت و بلاغت آنحضرت صلعم کا ایک جیتا جاگتا معجزہ ہے جس نے ابتدا سے آج تک مخالفین اسلام کو یہ اعلان دے کر عاجز کر رکھا ہے :—

و ان کنتم فی ریب مما نزلنا	اور وہ جو ہم نے اپنے بندے (محمد) پر (قرآن) اُتارا ہے اگر تم کو اس میں شک ہو (اور یہ سمجھتے ہو) کہ یہ کتاب خدا کی نہیں بلکہ آدمی کی بنائی ہوئی ہے اور (اپنے دعوے میں سچے ہو) تو اس جیسی ایک سورۃ تم (بھی) بنا لاؤ اور اللہ کے سوا اپنے حمائتیوں کو بھی بلا لو —
علی عبدنا فاتوبسورۃ من مثلہ	
وادعوا شہدأکم من دون اللہ	
ان کنتم صادقین - (قرآن مجید)	

مترجم

کی بشارت کی چار* کتابوں کے مانند سوانح عمری کی شان رکھتی ہے بلکہ یہ ایک مجموعہ ہے مذہبی نصائح، ہدایات و احکامات کا جو حسب ضرورت وقتاً فوقتاً نازل ہوتے رہے اور بلا کم و کاست لوگوں کو پہنچا دیے گئے۔ بیشک اس میں زمانۂ قدیم کے انبیائے علیہ السلام کے قصوں اور گزشتہ واقعات کے جن سے عرب کے باشندے واقف تھے حوالے بھی ہیں لیکن یہ زیادہ تر مثال و توضیح کے لیے ہیں نہ بیان واقعات کے لیے، بلکہ کم و بیش بطور امثال کے بیان کیے گئے ہیں۔ قرآن میں ہے :—

یہ مثالیں ہیں جنھیں ہم نے لوگوں کے سامنے پیش کیا ہے۔	تلک الامثال نضربها للناس (قرآن مجید ۲۹ - ۴۳)

مفسرین مثل زمخشری جنھوں نے تفسیر کشاف لکھی ہے اور امام فخرالدین رازی جن کا علم و فضل محتاج بیان نہیں اور جن کی تفسیر کبیر مشہور ہے، انھوں نے بھی یہ صریح طور پر ثابت کیا ہے کہ قرآن مجید میں کوئی بات ایسی نہیں ہے جو بعید از فہم ہو اور قانون قدرت کے مطابق اسے عقلاً نہ بیان کیا جا سکے۔ اگر تم سر سید احمد کی تفسیر احمدی یا ان کے خطبات کو پڑھو تو تمھیں معلوم

* (۱) انجیل متی (۲) انجیل مرقس (۳) انجیل لوقا (۴) انجیل یوحنا مترجم

ہوگا کہ اُنھوں نے جنت، دوزخ اور روز جزا * وغیرہ کے خیالات کی معقول شرح کی ہے - مجھے اس موقع پر ان کے متعلق بیان کرنے کی ضرورت نہیں - میں تمھیں اس امر کی جانب متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ کوتاہ بینی و تنگ خیالی اہل علم میں رواج پا گئی ہے اور وہ یہ ہے کہ جب تم کسی ایسی بات کا جس سے عموماً ہر شخص واقف ہے اور سمجھتا ہے ذکر کرو مثلاً جب محمد صلعم کے کسی کام کو جیسا کہ ایک ذی فہم شخص کا کوئی معمولی کام ہوا کرتا ہے بیان کرو تو ہمیں یہ نہ ماننا چاہیے (یا فرض کرلینا چاہیے) کہ یہ آنحضرت صلعم کا معجزہ ہے- اگر ہم ابرہہ † کی فوج کی شکست و ہزیمت کے قدرتی اسباب مثلاً مرض متعدی وغیرہ کا شایع ہونا بیان کریں تو ہمیں اس کو فوق العادات ‡ واقعہ نہ ماننا چاہیے —

---

* یوم الدین (روز جزا) یعنی عقیدہ کا دن - تباہی کا وقت جس کی پیشین گوئی اسلام اور نیز سائنس کرتے ہیں سر سید احمد نے سائنس جدید کے مطابق قیامت کبریٰ یعنی عالمگیر تباہی اور قیامت صغریٰ یعنی شخصی موت کے معنی خوب بیان کیے ہیں- (مصنف)

† جس کا ذکر قرآن مجید کی سورہ الم ترکیف میں آیا ہے - (مترجم)

‡ معجزات وغیرہ کی نسبت لوگوں کے جو اعتقاد ہیں اور جس خوش اعتقادی کے ساتھ ان کو مان لیا گیا ہے اگر یہ دلی جوش صحیح ہے اور یہ انسانی زندگی کے طرز عمل کی رہنمائی نیکی کی طرف کرتا ہے تو جو معقول عقیدہ یا رائے ان

۵ - قرآن مجید فلسفہ کے کسی خاص طریقے کی پاس داری نہیں کرتا بلکہ اس نے مسلمانوں کو آزادی دے رکھی ہے کہ یہ کسی طریقۂ خیال کو اختیار کریں بشرطیکہ وہ توحید (یعنی خدائے یکتا جو دایمی ابدی اور قادر مطلق ہے) کے مخالف نہ ہو - اس طرح قرآن مجید نے خود مذہب کو اس حد تک محدود کر دیا ہے اور یہ آدمی کو اس مقام تک لے جاتا ہے کہ جہاں یہ اپنے خدا کے روبرو ہو جائے —

(الف) پھر قرآن مجید کا مقصد یا منشا کیا ہے؟

آدمی کا اپنی ذات کی نسبت واقفیت بہم پہنچانا -

من عرف نفسه فقد عرف ربه	جس شخص نے اپنی ذات کو پہچانا اس نے اپنے خدا کو پہچانا —

(ب) آدمی کو اپنی ذات کی معرفت کیوں حاصل کرنی چاہیے؟

اس غرض سے تاکہ مابقی دنیا کے ساتھ اپنے صحیح تعلق رکھنے کا اسے علم ہو جائے اور یہ اپنے طرز عمل کو

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۱)

کے متعلق ہو وہ کافی ہے - یہاں اسلامی معتقدات کے طور پر اس کا ذکر آیا ہے یہ کسی امر کے متعلق جس کی عملاً ضرورت ہو معترض نہیں ہوتا غیر ازیں کہ یہ بعید از عقل ہے - اس سے اسلام کے خیالات توحید خدا اور اخوت انسانی پر کوئی حرف نہیں آتا - (مصنف)

اس کے موافق بنالے یعنی اپنی ذات کے لیے سچا دوسروں کے لیے صادق اور اپنے خدا کے ساتھ اپنے خیالات، اقوال و اعمال میں راستباز رہے —

(ج) قرآن مجید کسی آدمی کو اپنی ذات کی معرفت حاصل کرنے کی کس طرح تعلیم دیتا ہے؟ اُسے یہ بتا کر کہ :-

۱ - خدا ازلی * ہے — هوالاول والآخر

(وہ سب سے پہلا سب سے پچھلا ہے کہ اس کے وجود کی ابتدا اور ہستی کا آغاز نہیں اور نہ آخر ہے یعنی دائمی ابدی ہے کہ اس کی بقا کے لیے انتہا اور دوام کے لیے انقضا نہیں)

۲ - خدا کائنات * میں ہے — والظاهر

(وہ آشکارا ہے یعنی خدا ظاہر ہے اس کا یہ مطلب ہے کہ اس کا وجود، اُس کی ہستی اُن آیات و دلائل

---

* سنریهم آیاتنا فی الآفاق و فی انفسهم حتیٰ یتبین لهم انه الحق (قرآن مجید ۱۲ - ۵۳)

ہم انہیں بہت جلد ہر جگہ اپنی نشانیاں دکھادیں گے اور خود ان کے دلوں میں، یہاں تک کہ انہیں صاف و صریح طور پر معلوم ہوجائے کہ بیشک یہی خدا ہے —

* والله المشرق والمغرب فاینما تولوا فثم وجه الله (قرآن مجید ۱ - ۱۱۵)

اور اللہ ہی کا پورب اور پچھم ہے تو جہاں کہیں منہ کر اُدھر ہی کو اللہ کا سامنا ہے —

سے ظاہر ہے جو آسمان و زمین میں ہر صاحب بصیرت
کو دکھائی دیتے ہیں)

۳۔ خدا آدمی کے دل * میں ہے — والباطن
(پوشیدہ ہے یعنی خدا کے باطن ہونے کے یہ
معنی ہیں کہ اس کی کنہ ذات حجاب جلال میں
پوشیدہ ہے)

ان معنی میں قرآن مجید فی الحقیقت وحی ہے!

ففی کل شیء لہ آیۃ تدل علی انہ واحد	اس کا نشان ہر شے میں ہے جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ خدا ایک ہے —

---

* وفی انفسہم
افلا تبصرون (قرآن مجید ۲-۲۱)
اور وہ تمہارے دل میں ہے
تم اسے کیوں نہیں دیکھتے —
(مصنف)

(۷)

اِسلام کیوں بہترین مذہب ہے ؟

میرا حقیقی کام اس مضمون سے شروع ہوتا ہے مجھے اب یہ بیان کرنا ہے کہ میں مذہب اسلام * کو ان تمام مذاہب سے

---

* (خالص) اسلام کو موجودہ اسلام (یعنی مسلمانی) سے منسوب کر کے بدنام نہ کرنا چاہیے جس نے اسلام کی سہولتوں کو سختی سے بدل دیا ہے - زمانۂ متوسط کے عقائد (باطلہ) اور مشرکین کے عقائد کا لباس جو اسے پہنا دیا ہے اس نے اسلام کو بدنام کر دیا ہے - مسٹر جے سی ملونی کی صوبۂ مدراس کی سنہ ۱۹۱۱ ع کی مردم شماری کی رپورٹ دیکھو انھوں نے اس میں مولانا الطاف حسین حالی کے مشہور مسدس کا اقتباس لکھ کر یہ بتایا ہے کہ جنوبی ہند میں مذہب اسلام کو ہندوؤں کے عقائد نے کس درجہ متاثر کیا ہے —

مولانا حالی مرحوم کا رسالہ آلدین یسر (دین میں آسانی ہے) بھی پڑھو اس میں یہ بیان کیا ہے کہ کس طرح اسلام میں بجائے آسانی کے دقتیں پیدا کر دی گئی ہیں یعنی اسے سخت اور ناقابل ترقی بنا دیا ہے - (مصنف)

فرانسیسی محقق ڈاکٹر لیبان اپنی کتاب تمدن ہند میں لکھتے ہیں :- ” وہ اسلام جو اس وقت ہند میں رائج ہے اس

جن کے معتقد تمام دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں کیوں بہتر جانتا ہوں - اس بات کو یاد رکھو میری مراد یہ نہیں ہے کہ دوسرے مذاہب اچھے نہیں ہیں بلکہ صرف یہ کہتا ہوں کہ اسلام اُن مذاہب سے جنھیں میں جانتا ہوں بہترین ہے - کیوں ؟ اس لیے کہ کوئی دوسرا مذہب سائنس کے جدید خیالات سے اس قدر خوبی کے ساتھہ مطابقت نہیں کرتا جیسا کہ اسلام کرتا ہے - مذہب کے ساتھہ " بہتر " " زیادہ بہتر " اور " بہترین " کی صفتیں جو میں لگاتا ہوں اس سے میرا منشا اس پیمانہ کا اندازہ بتلانے کا ہے کہ جس سے ہر ایک مذہب اپنے معتقدات و تعلیم کے اعتبار سے لوگوں کو اپنی بہبودی و فلاح چاہنے کی ہدایت کرتا ہے اور لفظ سائنس Science (علم) سے میرا مطلب اس منتظم اور منضبط معلومات سے ہے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۵) -

کی حالت بھی بالکل ویسی ہی ہوگئی ہے جیسی ہند کے اور مذاہب کی - اس کی پاک اور خالص توحید میں یہاں تغیرات پیدا کرنے پڑے ہیں - مسلمان پیغمبر کا درجہ خدا کا سمجھتے ہیں - لوگ کثرت سے ولیوں کو بھی مانتے ہیں جس طرح پیروان بدھ مذہب میں شاکیا منی کے دانت اور بال پوجے جاتے ہیں مسلمانوں میں " موے مبارک " کی پرستش ہوتی ہے - بعض نشان قدم ایسے ہیں جن کو ہندو برہما کا قدم اور بدھ شاکیا منی کا قدم اور مسلمان حضرت رسول اللہ صلعم کا " قدم شریف " سمجھہ کر پرستش کرتے ہیں " - (مترجم)

جو ہمیں اشیاے معلومہ یا قابل معلوم کے متعلق ہوتا ہے۔ سائنس Science اُن چیزوں کو دریافت کرتا ہے جو انسان کی فلاح کے لیے ضروری یا مناسب ہوں۔ "فنون" Arts عموماً وہ طریقے بتاتے ہیں جن سے وہ چیزیں دستیاب ہوں یا بنائی جائیں۔ حکومتیں ان سہولتوں کو جن سے سائنس کی تحقیقات یا فنون کی ترقی ہو فراہم کرتی ہیں اور ان کا فراہم کرنا ان کا فرض ہے اور "مذہب" وہ ہے جو سائنس اور آرٹس (علوم و فنون) سے کامل فائدہ حاصل کرنے کے لیے لوگوں کو ابھارے۔ تم ایک گھوڑے کو دریا کے پاس لے جاسکتے ہو مگر جب تک کہ وہ پیاسا نہ ہوگا تم اسے پانی نہ پلا سکوگے؛ اگر پیاسا ہے تو وہ خود بخود پی لے گا اور اگر پیاسا نہیں ہے تو اسے نہ صاف و شفاف پانی کا دکھانا بآسانی اس کے پینے کی طرف راغب کرے گا اور نہ وہ کبھی چابک مارنے یا چمکارنے سے پانی پینے کی طرف مائل ہوگا۔ بالکل اسی طرح سے سائنس کو یا جوشے مفید ہو اُسے پانی تصور کرو، فنون تمہیں اس کے حاصل کرنے کے مختلف طریقے بتاتا ہے اور تمہاری حکومت انعامات دینے کی تحریص یا سزا دینے کی دھمکی دیتی ہے۔ مگر تمہیں وہ پانی پینا نصیب نہ ہوگا۔ مطلب یہ کہ تم ان اچھی چیزوں سے فائدہ نہ اُٹھا سکوگے جو تمہارے فائدے کے لیے تمہاری دسترس میں رکھی گئی ہیں، بجز

اس کے کہ تم پیاسے ہو یا کوئی خاص بات تمہاری ذات میں ایسی ہو جو تمہیں اس کی طرف راغب کرے۔ غرض کہ یہ پیاس یا طبیعت میں تحریک پیدا کرنے والی قوت، ارادہ یا سبب مذہب سے پیدا ہوتا ہے یا یوں کہو کہ مذہب اسے فراہم کرتا ہے —

مذہب کا خاص فائدہ یہ ہے کہ بنی نوع انسان میں نیکی اور پاک دامانی کی زندگی بسر کرنے کی خواہش * پیدا کرے - یہ بالکل سچ ہے کہ بہت سے آدمی اُمید جزا اور خوف سزا کے باعث خواہ دنیا میں ہو یا آخرت میں نیک رویہ اختیار کرتے ہیں اور بعض مذاہب (اور نیز اسلام جیسا کہ بعض مولوی بتاتے ہیں) جنت کی لہلہاتی اور دوزخ کی بھیانک تصویریں دکھاتے ہیں جو بعد مرنے کے اچھے اور برے آدمیوں کی منتظر ہیں - بقول غالب :-

هم کو معلوم ہے جنت کی حقیقت لیکن
دل کے خوش رکھنے کو غالب یہ خیال اچھا ہے

یہ تحریکات انسان کے قوائے ملکوتی کے مقابلے میں ہیچ اور نکمی ہیں اور ایسی ہیں جیسے کہ ایک اڑیل ٹٹو کے چلانے

---

* میں ایسے مذہب کو نہیں جانتا جو یہ نہ کہتا ہو کہ نیکی کرو اور برائی سے باز رہو اور میرا خیال ہے کہ ایسا بھی کوئی مذہب نہ ہوگا جو یہ نہ کہتا ہو کہ اچھی اور خوشی کی زندگی بسر کرو- (مصنف)

کے لیے چابک چڑھا دیا یا ہری گھاس دکھا دی۔ یہ ایسے موثر اور دیر پا متحرکات نہیں ہیں جیسے کہ وہ اعلیٰ روحانی اسباب ہیں جنہیں ایک سچا مذہب نیکی کی زندگی بسر کرنے کے لیے فراہم کر دیتا ہے۔ میں اس موقع پر اس سے زیادہ بحث نہیں کر سکتا اگر کروں تو فلسفہ اور الٰہیات کی بحثوں میں جا پڑوں گا جو میری موجودہ بحث سے خارج ہے۔ اس غرض کے لیے یہ کہنا کافی ہے کہ نیکی کی زندگی بسر کرنے کے لیے روحانی یا مذہبی تحریک تمام تحریکات سے بہتر ہے کیوں کہ یہ آدمی کی اعلیٰ اور ملکوتی خصلت کو ابھارتی ہے اور اسفل فطرت یعنی بہیمی صفات کو مغلوب کر دیتی ہے۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے :—

آدمی زادہ طرفہ معجون است از فرشتہ سرشتہ و ز حیواں
گر کند میل ایں شود کم ازیں ور کند قصد آں شود بہ ازاں

یہ صرف سچے مذہب کی بدولت ہے کہ بنی نوع انسان پاک دامنی میں فرشتوں سے بھی سبقت لیجاتا ہے غور تو کرو یہ بعینہ وہی خیال ہے جسے سر آلیور لاج Sir Oliver Lodge نے اپنی کتاب The Substance of Faith Allied With Science (مذہب کی ہستی سائنس سے متحد ہے) میں بیان کیا ہے —

مذہب سے ایک اور فائدہ بھی ہے جس کو میں اپنے اصل مطالب کی طرف رجوع ہونے سے قبل مختصراً بیان کرنا چاہتا

ہوں۔ تم بہت سے کام کرنے کا ارادہ کرتے ہو لیکن ان سب کو انجام دینے میں کامیاب نہیں ہوتے، خواہ اس وجہ سے کہ تم نے اپنے قصد کو بدل دیا ہو یا کسی شخص یا بعض وجوہات نے تمہیں ان کے کرنے سے باز رکھا ہو۔ تاہم تمہاری ذات کے لیے یہ ایک اہم بات تھی کہ تمہاری خواہشیں جو فطرتاً تمہارے افعال سے بہت زیادہ ہوتی ہیں ایسی ہی اچھی ہوں جیسے افعال کے ملکی قوانین اور معاشرتی آداب تمہارے دلی ارادوں اور جذبات کا انسداد پوری طرح سے نہیں کرسکتے کیونکہ قوانین اور ضوابط صرف ظاہری افعال کا محاسبہ کرسکتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ افعال جو ظہور میں آتے ہیں وہ تمہاری نفسانی خواہشات، جذبات اور تعصبات کا نتیجہ ہوتے ہیں مگر سچے مذاہب کا جیسا حقیقی دین عیسوی اور سچا اسلام ہے، یہ خیال ہے کہ دل میں کسی فعل کی نیت کرنا ایسا ہی ہے جیسے کسی فعل کا صادر ہونا، اور وہ انسان کے دلی جذبات کو جو جادۂ نیکی سے دور اور بدی سے مملو ہوتے ہیں قبل از وقوع ہی روک دیتے ہیں —

ماحصل یہ کہ جو مذہب کہ انسان کو جادۂ نیک اختیار کرنے کے لیے بہترین مقاصد پیش کرتا ہے اور فاسد جذبات کو نہایت موثر طریقہ سے رد کرتا ہے لازماً وہی مذہب

زمانۂ حال کے علوم و فنون کے مسلمہ خیالات کے مطابق ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے اِس لیے میں کہتا ہوں کہ وہ دین اسلام * ہی ہے —

میں اس بحث کو زمانۂ حال کے ایک خیال اور اس سے اسلام کی مطابقت کی ایک مثال سے شروع کرتا ہوں - یعنی زمانۂ حال کا خیال یہ ہے کہ دنیا صرف ایک نہیں بلکہ ایسی اور بہت سی دنیائیں کائنات میں موجود ہیں - تاہم چند مذاہب ایسے ہیں کہ جن کے اعتقادات کی رو سے دنیا یہی ایک ہے جس میں ہم رہتے ہیں اور خلاق عالم نے اس کو صرف انسان کے لیے پیدا کیا اور قایم رکھا ہے - مگر سائنس † نے اس طرح کے خیالات کو صرف

---

* یہ فطرت انسانی کی کج روی سے باز رکھنے کے بہترین متحرکات بہم پہنچاتا ہے - سینٹ پال ہماری توجہ اس عمدہ کلام کی طرف مائل کرتے ہیں :—

" نیک کام مجھہ سے بن نہیں پڑتے چنانچہ جس نیکی کا ارادہ کرتا ہوں وہ تو نہیں کرتا مگر جس بدی کا ارادہ نہیں کرتا اسے کرلیتا ہوں " —

(رومیوں باب ۷ - آیت ۱۹ و ۲۰) مصنف —

† ڈریپر صاحب کی کتاب Draper's Conflict between Science and Religion دیکھو - اس میں ایسے تاریخی حالات درج ہیں کہ کس طرح بعض سائنس کے خیالات مذہب کے ساتھہ مقابلہ کرنے میں نقصان دہ ثابت ہوئے ہیں یہ وہی کتاب ہے جس میں ایک خاص طریقہ سے اس الزام کی جو حضرت عمر پر

ناجائز ہی ثابت نہیں کیا ہے بلکہ یہ باور کرنے کے لیے وجوہات پیش کیے ہیں کہ سیارے جن کو ہم دیکھتے ہیں ہر ایک بجائے خود ایک دنیا ہے اور ان میں ذی روح کا وجود ہے۔ اس لیے ہماری اس دنیا کو اور اس کے باشندوں کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ خلاق عالم کی ذات کو خاص اپنے ہی لیے مخصوص کرلیں اور نہ نوع انسانی کو یہ دعویٰ کرنے کا کوئی حق ہے کہ ہم ہی دنیا کے بہترین باشندے اور خدا کی بہترین مخلوق ہیں۔ سائنس ان دنوں ایسی مخلوق کے دریافت کرنے کا جو آدمی سے افضل ہو کھوج لگا رہا ہے —

غور کرو! یہ ہے مطلب رب العالمین (تمام دنیاؤں کا پروردگار) کا جو سورۂ فاتحہ میں ہے اور قرآن مجید میں جا بجا آیا ہے۔ یہ رب العالم یا رب الانسان نہیں کہتا بلکہ رب العالمین "دنیاؤں کا مالک" کہتا ہے۔ عربی میں اسم معرفہ، الف ل اکثر بزرگی اور عظمت کے معنی میں استعمال کیا جاتا ہے جیسے لفظ الله جس کے معنی ہیں بہت ہی عظمت والا خدا —

(بقیہ حاشیہ صفحۂ ۹۱)

کتب خانۂ اسکندریہ کے برباد کرنے کا لگایا گیا ہے تردید کی گئی ہے۔ (مصنف) —

زروے اسلام علم کے دو ذرائع ھیں ' " سائنس " اور " الھام " ۔ اول الذکر سے آدمی کی وہ کوشش مراد ھے جس سے وہ خدا کو پہچانتا ھے اور موخرالذکر خدا کے اس فضل سے مراد ھے کہ جس کی رو سے خلاق عالم اپنے صفات کا انکشاف * بندے پر کرتا ھے ۔ میرا ذاتی اعتقاد یہ ھے کہ معلومات کے ان دو ذرایع ۔ یعنی " علم " اور " الھام " میں وھی فرق ھے جو تجربہ اور وجدان میں ھے یا کسی خیالات اور فطرتی خیالات میں ھے اور اس فرق کو زمانۂ حال کے ماھرین فلسفہ (جیسے اسپنسر Spencer اور برگسن Bergson) جنس کا نہیں بلکہ صرف مدارج کا فرق تصور کرتے ھیں —

---

* خدا کی جانب سے انسان کو اپنی زندگی میں ھر لحظہ کشف و القا ھوتا رھتا ھے یہ امر ھر شخص کی روحانی قابلیت پر منحصر ھے یعنی جس حد تک کوئی خدا کی معرفت حاصل کرے گا اور جتنا سنت الھی سے واقف ھوگا اُتنا ھی اُسے کشف و القا ھوگا ۔ یہ روحانی قابلیت کچھہ تو آدمی کو اِرثاً اس کے اسلاف سے پہنچتی ھے اور کچھہ عقیدہ ' عبادت ' نیک کرداری اور عمل صالح سے حاصل ھوتی ھے ۔ (مصنف) ۔

—— :*: ——

(۸)

نیست بر لوح دلم جز الف قامت یار
چکنم حرف دگر یاد نداد استادم

توحید اور اتحاد

مجھے سائنس کے جدید خیالات سے اسلام کے کل علم الہیات کی مطابقت کرنے کی ضرورت نہیں ہے اس لیے میں اُن تین اصول اور اُن تین قاعدوں پر اکتفا کرتا ہوں جو سورۂ فاتحہ میں مضمر ہیں، جن کی تشریح میں اپنے کسی گذشتہ نوٹ * میں کر چکا ہوں —

۱ - آیت - الحمد للہ رب العالمین الرحمن الرحیم مالک یوم الدین -

اصول توحید پر اشارہ کرتی ہے

" صرف ایک ہی خدا ہے جس نے دنیاؤں کو پیدا کیا ہے ان کا پروردگار ہے اور انہیں چلا رہا ہے "—

اس کا ماحصل توحید اور اطاعت ہے

اتحاد ذریعۂ قوت ہے = اپنے بادشاہ کے مطیع رہو

---

* دیکھو دوسرا نوٹ -

۲ - آیت - ایاک نعبد و ایاک نستعین اِھدنا الصراط المستقیم

اس کا ماحصل درجۂ کمال ھے

" خدا کی عبادت، اسی کی حمایت اور ھدایت ھمارے جسمانی اور نفسانی کمال کے حاصل کرنے کےلیے ضروری ھے"

اس کے یہ نتائج ھیں

" اپنی مدد آپ کرو" اور " خدا ان کی مدد کرتا ھے جو اپنی مدد آپ کرتے ھیں"

اپنی ذات کے لیے سچائی * اختیار کرو

۳ - آیت - صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین —

اُصول اعتدال پر اشارہ کرتی ھے

" یہ نیکی کا سیدھا رستہ ھے جو تمھیں سعادت کی طرف چلنے کی ھدایت کرتا ھے اور گناہ اور غلطی کے ٹیڑھے رستوں پر چلنے سے روکتا ھے" —

اوسط کا طریقہ اس کا نتیجہ ھے

خیر الامور اوسطھا | ھر امر میں اعتدال پسند بنے رھو

اب میں حتی الامکان بہت ھی مختصر اور سہل طریقے سے یہ بتانے کی کوشش کرتا ھوں کہ وہ اُصول اور قاعدے جو

---

* راستی موجب رضائے خدا است —

میں نے بیان کیے ہیں کس طرح موجودہ زمانے کے مستند اور بہترین علمی خیالات کی مطابقت کرتے ہیں - "مستند علمی خیالات" سے میری مراد وہ خیالات ہیں جو مشہور آفاق ماہرین سائنس کے مدتوں کی غور و فکر اور دیرینہ تحقیقات و مشاہدات کا ماحصل ہیں - میں صرف نتائج سے بحث کر سکتا ہوں نہ وجوہات و دلائل پر کہ جن کی بنا پر انہوں نے نتائج مذکور قایم کیے ہیں - اگر تم ان کے خیالات کے متعلق زیادہ معلومات بہم پہنچانا چاہتے ہو تو میں ان مصنفین کا اور ان کی تصانیف کا نام بتادوں گا —

۱ - اُصول توحید

اول اُصول توحید یہ بتاتا ہے کہ کائنات میں صرف ایک ہی قوت ہے اور اس کے مختلف اشکال اور مظاہر کو ہم "قوتیں" کہتے ہیں - زندگی صرف ایک ہی ہے مگر مختلف صورتوں میں اس کے منکشف ہونے کو ہم "زندگیاں" کہتے ہیں اور نفس فقط ایک ہی ہے لیکن اس کے مختلف مظاہرات کو ہم "نفوس" کہتے ہیں - پس عالمگیر قوت، عالمگیر زندگی، عالمگیر نفس یا عقل کل *

رب العالمین الرحمن الرحیم مالک یوم الدین

* مجھے نہ اتنی فرصت ہے نہ گنجائش کہ وہ آیات قرآنی جو یہاں درج کی گئی ہیں ان کا پورا پورا مطلب بیان کروں - (مصنف)

بجائے خود اتنی حالتیں، شکلیں اور مظاہر ہیں صرف اللہ کی ایک ذات کے، جس کی شان مرادف ہے الصمد (بے نیاز) کی اور جس کی ذات غیر منتہی و مطلق مصداق ہے :—

لم یلد و لم یولد و لم یکن لہ کفواً احد - کی

مشہور و معروف سر برآوردہ لوگ جن کے نام درج حاشیہ ہیں ان کی تصانیف اگر پڑھو تو تمہیں یہ معلوم ہوگا کہ یہ لوگ مدت العمر کی تحقیقات اور جانفشانیوں سے خدا شناسی کے جن خیالات و نتائج پر پہنچے ہیں بالکل وہی اعتقاد صدیوں پیشتر اسلام نے منضبط کر دیا ہے —

Herbert Spencer
ہربرت اسپنسر
Prof. james پروفیسر جیمس
Dr. Theodore Merz
ڈاکٹر تھیوڈور مرز
Sir Oliver Lodge
سر آلیورلاج
Dr. A. R. Wallace ڈاکٹر
اے - آر - ویلس او - ایم

ہر بچے کو شروع سے ہی یہ تجربہ ہو جاتا ہے کہ یہ "میرا ہے" اور "وہ میرا نہیں ہے" - یہی تجربہ نشو و نما پا کر جوان آدمی میں "میں" (آنا) اور "میں نہیں" (غیر آنا) میں بدل جاتا ہے - اول الذکر کو "موضوع" کہتے

بقیہ حاشیہ بر صفحہ ۹۷
دوسری جلد کا صفحہ ۷۴۸ دیکھنا چاہیے میں اس چھوٹے سے نوٹ میں اسے بیان نہیں کر سکتا - (مصنف)

ہیں جو جانتا ہے اور ثانی الذکر کو "معروض" جو جانا گیا ہے - بالفاظ دیگر جاننے والے یا موضوع کو "ذہن" کہتے ہیں اور معروض یا جانے ہوے کو "مادہ" —

موجودہ زمانے کے اکثر فلاسفہ اس بات کے یقین میں متفق الراے ہیں کہ نفس اور مادہ ایک ہی حقیقت کی دو حالتیں ہیں جو سب پر محیط ہیں - ٹھیک اسی طرح جیسے کہ محل فلک نما ایک بڑی عمارت ہے جب اسے مختلف سمتوں سے دیکھا جاتا ہے تو اس کی شکلیں بھی مختلف نظر آتی ہیں حالانکہ وہی ایک عمارت ہے - اسی طرح وجود کی حقیقت ہمیں مختلف شکلوں میں نظر آتی ہے جس طرح کہ نفس اور مادہ، تاہم وہ ایک ہی حقیقت * ہے —

ڈرہم یونیورسٹی کے ڈاکٹر مرز Dr. Merz نے اپنی کتاب "انیسویں † صدی کے یورپ کے خیالات سائنس کے متعلق"

---

* بعض اس حقیقت کو خدا کہتے ہیں اور بعض خدا کی ذات کو بہ نسبت اس حقیقت کے بزرگ و برتر بتاتے ہیں جس کی شان مختلف طور سے جلوہ نما ہوتی رہتی ہے سعدی نے کیا خوب کہا ہے :—

اے برتر از خیال و قیاس و گمان و وہم
وز ہرچہ گفتہ اند شنیدیم و خواندہ ایم

† اس کے سمجھنے کے لیے تمہیں خود ان کی کتاب کی

میں بڑے غور و خوض کے بعد یہ بیان کیا ہے —

" محققین سائنس کی عقل موجودات عالم کی ترتیب کے تصور سے ابتدا کر کے کائنات کی سلسلہ بندی کے تصور سے گزرتی ہوئی وحدانیت کے تصور کو پہنچتی ہے " —

سائنس نے جس ترتیب کو وحدانیت کے خیال پر پہنچنے کے لیے اختیار کیا ہے وہ اسلام کے طریقۂ عمل کے برعکس ہے - اول الذکر یعنی سائنس ابتدا کرتا ہے ترتیب کائنات سے اور سلسلۂ موجودات سے گزر کر وحدانیت پر پہنچتا ہے ، لیکن موخرالذکر یعنی اسلام پہلے پہل وحدانیت سے شروع کرتا پھر تسلسل کائنات سے گزرتا اور اس کے بعد ترتیب سے دو بدو ہوتا ہے - یعنی : —

سائنس	اسلام
۱ - ترتیب	۱ - توحید = رب العالمین = اللہ = حقیقت - عقل اور مادہ دونوں اس کی مختلف اشکال ہیں —
۲ - تسلسل	۲ - تسلسل = الرحمن الرحیم = توانائی یا قوت -
۳ - توحید	۳ - ترتیب = مالک یوم الدین = عمل یا ترتیب -

ماحصل یہ کہ "اصول توحید" جسے سر ایڈون آرنلڈ Sir Edwin Arnold نے اسلام کی روح کہا ہے، اس کی مطابقت سائنس اور فلسفۂ جدید کے نتائج سے بخوبی ہو جاتی ہے۔ مجھے اب اس کے متعلق زیادہ بحث کرنے کی ضرورت نہیں رہی صرف اتنا بتا دینا کافی ہے کہ سائنس نے اب ان ہرسہ کو ثابت کر دیا ہے —

(۱) توحد مادہ (۲) توحد قوت (۳) توحد ترتیب۔ اور فلسفہ بتاتا ہے کہ یہ تینوں ایک لازوال ابدی قوت * میں تحلیل ہو جاتے ہیں جس کا نام خدائے قادر مطلق ہے —

لا حول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم	نہ کوئی قوت (ایسی) ہے (جو برائیوں سے باز رکھے) نہ قابلیت (ایسی ہے جو اچھے کام کرائے) سوائے خدا (کی ذات) کے جو بڑی شان والا ہے —

(۲) اتحاد و اطاعت - قابل لحاظ یہ امر ہے کہ اصول توحید سے کس طرح اتحاد و اطاعت کا مسئلہ استنباط ہوسکتا ہے۔

---

* "دنیا میں انسان کے برابر کوئی افضل شے نہیں اور انسان میں قوت ادراک یعنی عقل کی برابر کوئی بہتر چیز نہیں" سر ولیم ہملٹن Sir William Hamilton - از روے اسلام "عقل انسانی میں خدا کی یاد کے سوا کوئی افضل شے نہیں"۔ (مصنف)

انسان خدا کی ایک مخلوق ہے اس لیے اسے یہ لازم ہے کہ وہ اچھے اور روحانی خصائل اختیار کرنے کی کوشش کرے اور اپنی حرکات و سکنات میں خدا کا اتباع کرے - سب کی بھلائی کے لیے اپنے ابنائے جنس کے ساتھہ اتحاد پیدا کر کے حقیقی قوت کو عملاً حاصل کرنے میں سعی کرے - یہ اسلام کے کفارہ * (فنا فی اللہ) کا عقیدہ ہے یعنی یکتائی کے اعتبار سے بالکل خدا کی ذات میں فنا ہو جاے اور خدا کی مخلوق کے ساتھہ اس درجہ اتحاد بڑھاے جس حد تک اختلاف طبائع اور ماحول اجازت دیں - لیکن فی الحال تمھیں ان نظریوں کے ساتھہ اُلجھنے کی ضرورت نہیں ہے - تمھارے یاد رکھنے کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ رسول خدا صلعم کی رسالت کی غایت منشا یہ تھی کہ خدا کی وحدانیت کے مستحکم عقیدہ کی بنا پر نوع انسان میں باہمی اخوت قایم ہو - اسی غرض سے آپ نے توحید کی تلقین فرمائی اور مدت العمر اسی ایک عالم گیر اخوت کے قایم کرنے کی سعی فرماتے رہے —

اتحاد باہمی قایم کرنے کے لیے اگر تم اپنے ابنائے جنس

---

* مذہب عیسوی میں کفارہ کا عقیدہ اس سے بالکل جدا ہے (مصنف) - عیسائیوں کے کفارے کے مسئلہ کی نسبت علمائے نصاریٰ کا بیان ہے کہ حضرت مسیح کی ذات الوہیت و انسانیت کا مجموعہ تھی انھوں اپنی الوہیت کے اقتدار سے تمام انسانوں کے گناہوں کو اپنے اوپر لے لیا اور اپنی انسانیت سے صلیب پر چڑھا دیے گئے - (مترجم)

کے ساتھ بالاتفاق کوئی کام کرنا چاہتے ہو تو یہ ضروری ھے کہ تمہاری کوششوں کی مناسبت کے لحاظ سے دوسرے بھی اس میں حصہ لیں اور تمہارے کام کے لیے ہدایت و رہنمائی بھی درکار ھے تاکہ دوسروں کی کوشش بھی تمہارے کام کے موافق ہو- یہ ہدایت و رہنمائی لیڈر (رہنما) کرتا ھے اور اس کی اطاعت کرنا ہمارا اور ہمارے ساتھ مل کر کام کرنے والوں کا فرض ھے تاکہ ہمارے کاموں کے عمدہ نتائج نکلیں- کام کی مناسبت کے لحاظ سے اتحاد باہمی کی ضرورت رہنما کو محسوس ہوتی ھے اس لیے ہمیں اس کی (خواہ وہ بادشاہ ہو یا خلیفہ) پیروی و اطاعت کرنی چاہیے- پس اس سے معلوم ہوا کہ رہنما کی اطاعت اصل اتفاق ھے- قرآن مجید اور احادیث نبوی میں بھی اولوالامر منکم * (تم میں سے جو حاکم ہو) کی اطاعت کرنے کی تاکید جابجا کی گئی ھے اور کسی نے کہا ھے کہ "خدا کو خوش رکھنے کا یقینی طریقہ

---

* اتحاد باہمی کا یہ جوش اسلام نے خود سر وحشی عربوں میں پیدا کر دیا تھا اس نے ان کے قبائل کے باہمی اختلاف کو مٹا دیا تھا اور پہلی صدی ہجری (مطابق ساتویں صدی عیسوی) میں نصف دنیا سے زائد فتح کرنے کے لیے یہ آپس میں متحد ہو گئے تھے- اسی جوش کی گزشتہ دو صدیوں میں ضرورت تھی جس کے قحط نے اسلامی سلطنت کے بند بند جدا کر دیے- (مصنف)

بادشاہ وقت کی اطاعت ھے" ۔ موجودہ سائنس بھی بالکل یہی تعلیم دیتی ھے ۔

لنڈن کے میسرس جیک Messrs. Jack نے پیپلس بکس Peoples Books کے نام سے ایک سلسلہ چھوٹی کتابوں کا شایع کیا ھے جو میرے کتب خانہ میں موجود ھے ان میں ھر ایک کتاب کی قیمت چھہ پنس ھے ان میں ایک کتاب زوالوجی Zoology (علم حیوانات) کی پروفیسر میک برائیڈ ایف - آر - یس. Prof. Mac Bride, F. R. S. نے لکھی ھے انھوں نے سراغ لگایا ھے کہ انسان حیوانات منویہ (حقیر اور ادنی کیڑوں) کے درجے سے ترقی پاکر عالم ظہور میں آیا ھے اور یہ بتایا ھے کہ کس طرح ھر ایک جنس حیوانات (۱) اپنی ایجادی قوت کے سبب ایک دوسرے پر سبقت لے گئی ھے ۔ اِس قوت سے مراد ھے قدیم مقصد کے لیے نئے ذرایع اور نئے مقصد کے لیے قدیم ذرائع کا اختیار کرنا اور نیز ان کے ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی ایک دوسری وجہ (۲) جماعتی اخلاق ھے جس کے معنے اتحاد باھمی اور رھنماؤں کی اطاعت ھے - پروفیسر مذکور کا یہ بھی بیان ھے کہ نوع انسان کی ترقی چند ایسے افراد کے وجود سے ھوتی ھے کہ جن میں ایجاد و اختراع کی قوت کے علاوہ اتفاق و ھمدردی اور اطاعت جبلی طور پر زیادہ ھوتی ھے -

یہ وہی جبلتیں تو ہیں جن کی پرورش اسلام کے اُس عقیدے کے ہاتھوں سے ہوتی ہے جس نے مسلمانوں کی عالمگیر اُخوت کو قایم کیا ہے اور یہ وہی تو عقیدہ ہے جو اولوالامر منکم کی اطاعت کا سبق سکھاتا ہے - فرض کرو کہ تمہارے خاندان کی طرح سے ایک خاندان ہے اور اس کے بارہ رکن ہیں، خانگی امور کا انتظام تسلی بخش اصول پر اس وقت تک نہ چلے گا اور نہ یہ خاندان سر سبز ہوگا جب تک کہ ہر ایک رکن خاندان اپنے میں سے ایک بزرگ ترین یا جو اُن میں سب سے زیادہ عقلمند ہو اس رکن کی ہدایت و اطاعت کو قبول نہ کرلے - بالکل اسی طرح کسی قوم یا ملک کے معاملات کی کسی طرح تشفی بخش طور سے چلنے کی توقع نہیں کی جاسکتی ہے تاوقتیکہ ہر ایک فرد قوم اپنے بادشاہ کا مطیع اور اپنے ملک کا بہی خواہ نہ ہو اور وہ اپنے ملکی و قومی امور میں اپنی گورنمنٹ کے ساتھ مل جل کر حصہ نہ لے جس کی توقع اس کی ذات سے کی جاتی ہے —

محمد صلعم نے اپنے اس ارشاد کی بنا پر :—

علم حاصل کرو اگر تمہیں اس کے لیے چین میں بھی جانا پڑے :-	اطلب العلم و لو کان بالصین

قطع نظر اس کے آپ کا یہ بھی ارشاد ہے :—

حکمت مومن کی گم شدہ شے ہے پس اس کو جہاں کہیں وہ پاوے تو اس کا وہی مستحق ہے —	الحکمۃ ضالۃ المومن فحیث وجدھا فھوا حق بہا

یا بقول حالی

تم حکمت کو اک گم شدہ لال سمجھو
جہاں پاؤ اپنا اسے مال سمجھو

آپ نے اس طرح سے سائنس (علم) کے سیکھنے اور ہنر مندی و قوت ایجاد کے حاصل کرنے کی قابلیت پیدا کرنے کے لیے ترغیب دلائی ہے، جو انسان کی ترقی کے لیے اسی قدر ضروری ہے جیسا کہ اتحاد باہمی اور اطاعت حیوانی زندگی کا مطالعہ (ایک ادنیٰ درجے کے کیڑے سے لے کر اشرف المخلوقات یعنی انسان تک) ہمیں، علم، احساس اور عمل ایک خاص طریقے سے سکھاتا ہے یعنی :—

(الف) اپنے ماحول سے آگاہ ہونا یعنی قانون قدرت کی واقفیت حاصل کرنا، تاکہ ایجاد و اختراع، دست کاری و تجارت کی استعداد میں اضافہ ہو (علم)۔

(ب) اپنے ہم جنسوں کی حالت کا احساس جس سے جانبین کی بھلائی کا خیال بڑھے، یہ اتحاد باہمی کے لیے نہایت ہی ضروری ہے (ہمدردی)۔

(ج) اور اپنی قوم کی عام بھلائی کے لیے اپنے سیاسی اور تمدنی رہنماؤں کی ہدایت کے مطابق کام کرنا (اطاعت)۔

لہذا "علم، ہمدردی اور اطاعت" موجودہ سائنس کے اور نیز ہمارے اسلاف * کے اسلام کی نمایاں ہدایتیں ہیں —

---

* میں نے ہمارے اسلاف کا اسلام اس لیے کہا ہے ہمارے ہمعصر اب جسے اسلام کہتے ہیں یہ وہ نہیں ہے۔ اب تو ایک حد تک اسلام اور مسلمانوں پر یہ مثل صادق آرہی ہے :—

مسلمانان در گور و مسلمانی در کتاب

Prof. Gregory's Discovery or the spirit and Service of Science پڑھو

(۹)

درجۂ کمال اور آپ اپنی مدد کرنی

مجھے اس موقع پر یہ بیان کرنا ضروری ہے کہ میرا مقصد یہ نہیں ہے کہ تمہیں خواہ مخواہ اس بات کی ترغیب دوں کہ جو کچھ میں بیان کروں تم اسے تسلیم کر لو بلکہ میرا منشا یہ ہے کہ تم بجائے خود غور کرو- اس لیے میں حتی الامکان دلائل اور مباحثوں کو نظر انداز کرکے صرف بعض اسلامی عقیدوں کا خاکہ کھینچنے پر اکتفا کرتا ہوں جو علوم جدیدہ کے خیالات سے مناسبت رکھتے ہیں- اگر یہ تمہارے شوق کو بڑھانے کا کام دیں اور ان سے تمہارے دل میں غور و خوض اور تحقیق کرنے کا خیال پیدا ہو جائے تو یہ امر میرے لیے بڑی خوشی کا باعث ہوگا —

(دوم) اصول کمال

مسلم کا دوسرا عقیدہ جس کا نام میں نے درجۂ کمال رکھا ہے سورۂ فاتحہ کی دوسری آیت میں مضمر ہے- درجۂ کمال پر پہنچنے کے لیے اپنی زندگی کے سہ گانہ فرائض کے لحاظ سے لازم ہے کہ ہم خدا کی عبادت کریں، اس کی استعانت چاہیں اور اس کی

ہدایت کے طالب ہوں ۔

کوئی ذی ہوش آدمی یہ خیال نہیں کرسکتا کہ وہ جس حالت میں ہے کامل ہے ۔ ہمارے قلب کو مختلف طریقوں سے کسی نہ کسی وقت کسی نہ کسی طریقے اور سبب سے یہ محسوس ہوتا رہتا ہے کہ ہم ایسے کامل نہیں ہیں جیسا کہ ہمیں ہونا چاہیے ۔ ذاتی نقص کے اس جبلی احساس کو رفع کرنے کے لیے ہمیں خدا کی عبادت کرنا، اس کی استعانت کے خواہاں اور ہدایت کا طالب ہونا چاہیے ۔ اگر تم سوال کرو کہ خدا کی عبادت کیوں کرنی چاہیے؟ اسلام اس کے جواب میں تم سے پلٹ کر یہ سوال کرتا ہے کہ تم حسن کائنات اور خوبیٔ صنعت کی کیوں تعریف کرتے ہو؟ ۔ تم اس کا جواب اتنا ہی دے سکو گے کہ " وہ خوبصورت ہیں اور میری طبیعت کا یہ خاصہ ہے کہ جب مجھے کوئی دلکش شے دکھائی دیتی ہے تو ستایش کیے بغیر نہیں رہ سکتا " بجز اس کے کہ تم کوئی اور معقول وجہ کسی خوبصورت شے کی تعریف کرنے کے متعلق بیان نہ کرسکو گے ۔ اسلام بھی تمھارے سوال کا جواب انھیں الفاظ میں دیتا ہے ۔ تمھیں خدا کی عبادت کرنی چاہیے اس لیے کہ وہ تمھارا خدا ہے، تم اس کی مخلوق ہو اور جب کہ تم اپنے زندگی کے ہر لحظے میں اس کی بے شمار خوبیوں اور اس کے حسن کے گوناگوں جلووں کا مشاہدہ کرتے ہو تو یہ ممکن نہیں کہ تم

نہایت ہی تعظیم و تکریم کے ساتھ اس کی عبادت اور حمد و ثنا کرنے پر آمادہ نہ ہو جاؤ —

بعض صوفی * تو اس حد تک تجاوز کر گئے ہیں کہ وہ حسن ازلی † کو خدا سے تعبیر کرتے ہیں جو ان کا معشوق ہے اور انہیں وجد میں لانے کا باعث ہوتا ہے —

تمہیں یاد ہوگا کہ جب کوئی مسلمان کسی شخص کے مرنے کی خبر سنتا ہے تو وہ :-

اِنا للہ و اِنا اِلیہ راجعون کہتا ہے -	ہم تو اللہ ہی کے ہیں اور ہم اس کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں -

یہ اور اس کے علاوہ چند اور ایسی آیتیں ہیں جن سے اسلام کے اس عقیدے کی تائید ہوتی ہے کہ مرنے کے بعد آدمی کی روح پھر خدا سے جا ملتی ہے- میں اپنے سابق کے نوٹ میں بتا چکا ہوں کہ اسلام صرف ایک روح کا قائل ہے جو سارے عالم پر محیط ہے اور اس کے بہت ہی چھوٹے اور خفیف سے خفیف حصے آدمیوں کے اجسام میں مقید ہیں جو موت کے

---

* صوفی وہ مسلمان ہیں جو مولانائے رومی کے اس قول کے قائل ہیں —

ما ز قرآں مغز را برداشتیم
استخواں پیش سگاں انداختیم (مصنف)

† اللہ جمیل و یحب الجمال (قرآن مجید) - مترجم

بعد رهائی پاکر "کُل" سے جا ملتے ھیں - یہ اعتقاد سر آلیور لاج Sir Oliver Lodge کے خیال کے بالکل مطابق ھے جو اُنھوں نے اپنی کتاب "سبسٹینس آف فیتھ الائیڈ تو سائنس" "Substance of Faith allied to Science" میں بیان کیا ھے -

آیات قرآنی کے اعتقادات اور ماھرین سائنس کے دعوے کہاں تک سائنس کی معلومات سے مطابقت کرتے ھیں اس کی تحقیق و تصریح کیے بغیر میں صرف یہ بتانا چاھتا ھوں کہ اس سے "عبادت" کا صاف صحیح مفہوم معلوم ھوجاتا ھے اور وہ یہ ھے کہ انسان کی روح جو کسی نہ کسی طرح سے زندہ جسم میں مقید ھو گئی ھے ایک نہ ایک دن عناصر کی قید سے آزادی حاصل کرکے اس کا وصال "روح مطلق" کے ساتھ ھوجائے گا - اس عبادت یا وصال میں تسبیح و تہلیل و دعا بھی شامل ھیں —

دعا کے معنی اور غایت کی نسبت سر آلیور لاج Sir Oliver Lodge کے قابل ستائش بیان کو یہاں بجنسہ نقل کردینا مناسب سمجھتا ھوں وہ لکھتے ھیں —

"دعا میں ھم اپنی فہم سے بالا ایک ارفع و اعلیٰ ذات سے قربت حاصل کرنے اور کمال ربانی کے تصور کے جویا ھوتے ھیں - مگر مدارج اعلیٰ پر پہنچنے اور کمال حاصل کرنے کے لیے یہ ضروری ھے کہ ھم ذات

باری تعالیٰ کی پدرانہ محبت ، خیر محض اور بقائے دوام کی صفات کو اچھی طرح سمجھیں —

الحمد للہ رب العالمین الرحمٰن الرحیم مالک یوم الدین
ہر طرح کی تعریف خدا ہی کو (سزاوار) ہے جو تمام جہان کا پروردگار ہے نہایت رحم والا مہربان اور روز جزا کا حاکم —

دعا کے ذریعے ہم گویا اقرار کرتے ہیں کہ ہمارے وجود اور ہماری صحت کے لیے اور ہر ایک چیز جس پر ہم قابض و متصرف ہیں اس کی حفاظت کے لیے ہم کسی اعلیٰ قوت کے محتاج ہیں اور جس طرح بچے اپنے والدین سے مانگتے ہیں ہم بھی اپنی ضرورت کی ہر ایک چیز طلب کرنے کے لیے اُس کی طرف رجوع کرتے ہیں —

اُدعونی اَستجب لکم
مجھ سے دعا مانگو میں (تمہاری دعا کا) قبول کرنے والا ہوں

اور ہم آفت و مصیبت اور سخت تکلیف کے وقت اُسے پکارتے ہیں تاکہ وہ ہم پر رحم کرے اور ہمیں خاطر جمعی نصیب ہو" —

دعا مانگنے میں مندرجۂ ذیل امور کا لحاظ رہنا چاہیے :—

اول - " حق اور معرفت کی بصیرت اور اُن کے قبول کرنے کی صلاحیت " —

[اِیاک نعبد - ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں]

دوم - " روزمرہ زندگی کے عملی انتظام کے متعلق مدد اور ہدایت " —

[وایاک نستعین - اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں]

سوم - " راہ ہدایت کی پیروی کرنے کی قابلیت وتوفیق " —

{ اِھدنا الصراط المستقیم (ہم کو دین کا سیدھا رستہ دکھا }

جو آیات قوس میں درج ہیں ان کا مقابلہ سر آلیور لاج Sir Oliver Lodge کے اقوال کے ساتھ کرو ' جس سے تمہیں معلوم ہوگا کہ کس طرح انہوں نے آیات قرآنی کی ترجمانی کی ہے - بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جب یہ لکھ رہے تھے تو سورۂ فاتحہ ان کے پیش نظر تھی - نیز ان کے خیالات کی ترتیب بھی عملاً آیات قرآنی کے سلسلے کے مطابق ہے - لیکن اس بات کا کامل یقین رکھنا چاہیے کہ ان کے دل میں کبھی قرآن مجید کا خیال بھی نہیں آیا تھا بلکہ انہوں

نے اپنی سائنس کے باقاعدہ مطالعہ اور حکیمانہ طبیعت کے باعث وجدانی وقوف حاصل کر کے ان خیالات کا اظہار کیا ہے۔

اپنی مدد آپ کرنے کا مسئلہ

قرآن مجید میں ایسی بہت سی آیتیں ہیں جو تزکیۂ نفس کی تاکید اور اپنے نفس پر ظلم کرنے کی ممانعت کرتی ہیں۔ اور صاف و صریح طور پر طرز عمل کا وہ طریقہ بتاتی ہیں جسے میں نے اپنی مدد آپ کرنے کا قاعدہ قرار دیا ہے۔ اسے کسی شخص نے اس خوبصورتی اور سچائی کے ساتھ بیان نہیں کیا ہے جیسا کہ شکسپیر Shakespeare پولونیئس Polonius کی تقریر میں کہتا ہے —

"سب سے اہم بات یہ ہے کہ تم اپنی ذات کے ساتھ سچائی کا برتاؤ کرو تو پھر کسی اور کے ساتھ تم ناراستی یا دغا کا برتاؤ کرنے کے قابل نہ رہو گے اور یہ بات ایسی ہی قطعی اور یقینی ہے جیسے رات کے بعد دن کا ہونا"

اس پر علم اخلاق کے اُس طریقے کی بنیاد رکھی گئی ہے جس کے حامی مصنفین مندرجۂ

هربرت اسپنسر Herbert Spencer
پروفیسر میور ھیڈ Prof. Muirhead
مکنیزی اور سین Mackenzy & Sen
پروفیسر ٹی-ایچ-گرین Prof. T. H. Green
لیکی (مورخ) Lecky (Historian)

حاشیہ ہیں - زمانۂ حال میں علم اخلاق کے دو فرقے ہیں جو ایک دوسرے کے نقیض ہیں اور ہر ایک اس امر کے کھوج لگانے کی کوشش میں ہے کہ " نیکی کیا ہے " اور " بدی کیا ہے " اُن میں سے ہر ایک نے اپنا اپنا ایک معیار قائم کیا ہے جس سے نیک و بد کی جانچ پرتال کی جاسکتی ہے —

ایک طریقے کے مطابق وہ معیار مسرت ہے (الم کے مقابلے میں خوشی کا زیادہ ہونا) مگر دوسرے کے اصول کے مطابق وہ درجۂ کمال ہے (یعنی مدنی الطبع ہونے کے اعتبار سے آدمیوں کا کمال پر پہنچنا (میں سمجھتا ہوں کہ موخرالذکر فرقہ گزشتہ صدی کے آخر کے بعد اب زیادہ مقبولیت حاصل کر رہا ہے- سائنس داں اصحاب بڑی ان دنوں ہربرٹ اسپنسر Herbert Spencer کے ہم خیال ہو گئے ہیں کہ ہر ایک شخص کو چاہیے کہ وہ اپنے قرائے باطنی و جسمانی کو پوری حد تک آزادی کے ساتھ عمل میں لاکر اپنی ذات کو ترقی دے بشرطیکہ اس کا یہ عمل اپنے ہم جنسوں کے اسی قسم کے عمل کے موافق ہو اور اُن کے مخل نہو * میں اس مضمون پر

---

* یہ کسی ریاست کی رعایا کو آزادی عطا کرنے کی شرط کی بھی تشریح کرتی ہے- وہ یہ کہ ہر متنفس کو اس قدر آزادی حاصل ہو کہ وہ جو چاہے کرے بشرطیکہ اس کا طرز عمل دوسروں کی آزادی کا مخل نہ ہو- عمدہ قوانین ملکی کی جڑ بھی شرط ہے اور قوانین کا لازمی مقصد بھی یہ ہے کہ تمام رعایائے ملک کو بلا کسی امتیاز کے مساوی حقوق عطا کیے جائیں (مصنف)

اپنے بیان کو تاوقتیکہ اسے فلسفہ اور الہیات کی بندشوں میں نہ جکڑ دوں طول نہیں دے سکتا - البتہ میرا صرف اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ ذاتی ترقی کرنے کے متعلق اسلام کی تعلیم اس زمانے کے معلمان اخلاق کے خیال کے بالکل مطابق ہے -

اگر تم " علم اخلاق " کے طالب علم ہو تو تمہیں معلوم ہوگا کہ انسان کی ذات کو حد کمال تک پہنچانے کی تعلیم اسلام کے مسئلۂ اعتدال کے بالکل مطابق ہے - یہ اعتدال دو انتہائی تعلیموں کے بین بین ہے - یعنی ایک طرف تو " فرض کی خاطر فرض ادا کرنے کا اصول " (Rigourism) اور دوسری طرف " زیادہ سے زیادہ مسرت زیادہ سے زیادہ تعداد کے لیے " (Utilitarianism یعنی افادیت) کی تعلیم ہے - ان دو انتہاؤں میں وہ درجہ اوسط ہے جسے میں کمال سے تعبیر کرتا ہوں -

فرض - کمال - افادیت

میں اس موقع پر یہ اور اضافہ کرتا ہوں کہ " ذاتی کمال " کے اصلی معنی " اپنی مدد " آپ کرنے کے ہیں یعنی اپنے قوائے ظاہری و باطنی کو صبر و استقلال کے ساتھ مناسب طریقے سے کام لینے اور کوشش کرتے رہنے کے ہیں - اگر تم نے ڈاکٹر سمائیلس Dr. Smiles کی کتاب جو اُنھوں نے اپنی مدد آپ کرنے پر لکھی ہے نہ دیکھی ہو تو اسے فرصت کے وقت سب سے پہلے پڑھو کیوں کہ اس کتاب میں اس مشہور

مقولے کی تفسیر کہ "خدا اُنہیں کی مدد کرتا ہے جو آپ اپنی مدد * کرتے ہیں" ایسی خوبی سے کی گئی ہے کہ اس بہتر میری نظر سے نہیں گزری —

---

* "ہمت مرداں مدد خدا"۔ مولانا حالی نے خوب کہا ہے:-

چھپا دست ہمت میں زور قضا ہے
مثل ہے کہ ہمت کا حامی خدا ہے

اس پر بھی مسلمانوں نے عموماً مسئلۂ تقدیر کے سمجھنے میں غلطی کی ہے کہ یہ خواہ مخواہ قسمت کو ہر موقع پر آڑے لے آتے ہیں - رسول خدا صلعم نے تو صاف طور پر یہ بتایا ہے کہ ہمیں سب سے پہلے کسی کام کے کرنے کی حتی الامکان کوشش کرنی چاہیے اور پھر خدا پر بھروسا کرنا چاہیے ' بر توکل زانوے اشتر بہ بند مگر ہم پہلی بات کو بھول گئے ہیں اور چونکہ ہم کاہلی کی آب و ہوا میں پلے ہیں اس لیے ہم نے دوسری بات کو خوب یاد کر رکھا ہے - (مصنف)

—— * ——

اعتدال اور بیچ کا رستہ

اُن قدیم مذاہب کے مقابلے میں جن کے پیرو کروڑوں کی تعداد میں ہیں اسلام * ایک نوخیز مذہب ہے- چنانچہ جس طرح ایک بچہ اپنی طبیعت کی رغبت سے اُن روحانی و جسمانی اوصاف کا جو اس کے بزرگوں نے حاصل کیے تھے اِرثاً قابض و وارث ہوتا ہے، اسی طرح اسلام ان تمام الہامات الٰہی کا وارث کیا گیا ہے جو ایک لاکھ اسی ہزار (بے شمار) انبیاء پر قبل بعثت محمد صلعم وحی کیے گئے تھے اور جو انھوں نے دنیا بھر کو پہنچا دیے تھے- میں اس کا حوالہ پہلے ہی دے چکا ہوں کہ قرآن مجید نے جو یہ تاکید کی ہے کہ ہمیں صرف اس پر ہی ایمان نہ لانا چاہیے جو محمد پر وحی بھیجی گئی ہے بلکہ ان پر بھی جو دوسرے خدا کے رسولوں پر جو ان سے قبل ہوے بھیجی گئی تھی، بشرطیکہ وہ معتبر الہامی صحائف † ہمارے پاس موجود ہوں (یہ

---

* یہی دین کا سیدھا رستہ ہے- ذالک الدین القیم- قرآن مجید (١٢-٤١)-

† اسلام بعض سابق کے الہامات کی تردید کرتا ہے، اس

شرط نہایت ہی ضروری ہے) اسلام کے بعض مسائل جو دوسرے مذاہب کے الہامی مسائل کے مشابہ* ہیں تو یہ کوئی عدم

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۱۷)

سبب سے نہیں کہ وہ باطل ہیں بلکہ وہ صحائف جو ہمارے حوالے کیے گئے ہیں صحیح اور قابل اعتبار نہیں ہیں (مصنف)۔ قرآن مجید میں ہے: - تحرفون الکلم عن مواضعہ و نسوا حظا مما ذکروا بہ (یعنی توریت وغیرہ کتب سماوی کے) لفظوں کو ان کی جگہ سے بے جگہ کرتے ہیں اور ان کو جو نصیحت کی گئی تھی اس میں سے ایک حصہ بھلا بیٹھے ہیں (المائدہ ع ۳)۔ (مترجم)

* دین اسلام کے اصول و احکام و مسائل کی مشابہت و مماثلت دیگر آسمانی مذاہب کے اصول و عقائد سے دراصل مذہب اسلام کے پاک و الہامی ہونے کی بڑی دلیل ہے - سر سید احمد کا بیان ہے: تمام چیزیں جن کا مبدا ایک ہی غیرمنتہی اور کامل ذات ہو ضروری ہے کہ ایک ہی قسم کی اور ایک ہی کامل اصول پر ہوں گی جس طرح خدائے تعالیٰ سے اپنا مثل پیدا کرنا غیر ممکن ہے جس طرح کہ اس کی ذات سے کسی پیدا کی ہوئی چیز کو اپنی مرضی اور اپنی حکومت کے احاطہ سے خارج کر دینا محال ہے اسی طرح سے یہ بھی ناممکن ہے کہ ایک ہی غرض کے انجام دینے کے لیے دو متناقص اصول اور احکام اس کی ذات سے صادر ہوں - مسلمانوں کو بلکہ تمام دنیا کو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمیشہ ممنون رہنا چاہیے جنھوں نے ابتدائے دنیا سے اپنے زمانے تک کے تمام نبیوں کی رسالت کو برحق ٹھہرایا، جنھوں نے دنیا کے تمام الہامی مذہبوں کی تکمیل کی اور جنھوں نے اپنے باایمان متبعین کے لیے بے بہا اور لازوال نور کے دروازے کھول دیے (خطبات احمدیہ) (مترجم)

کی بات نہیں بلکہ یہ تو اسلام کی خاص خوبیوں اور اوصاف میں داخل ہے —

پارسیوں کا بیان ہے کہ —

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(شروع کرتا ہوں میں) اللہ کے نام سے

جو نہایت رحم والا مہربان ہے

اسلام نے ان کی پاک و مقدس کتاب ژندوستا سے لی ہے جو ان الفاظ سے شروع ہوتی ہے —

بنام ایزد بخشائندۂ بخشایشگر مہربان دادگر

بعض عیسائی مصنفین اسلام پر یہ حرف رکھ کر فخر کا اظہار کرتے ہیں کہ عرب کے پیغمبر نے فلاں فلاں مسئلے اور اور بہت سے مسائل عیسائیوں اور یہودیوں سے لیے ہیں جن سے وہ اپنے بچپن* میں ملے تھے، حالانکہ اس بات میں شبہ ہے کہ آیا وہ کبھی ملے بھی تھے - لیکن یہ بات قابل

---

* بعض عیسائی مصنفین مثلاً ڈریپر صاحب نے اپنی کتاب "معرکۂ جنگ و مذہب" میں لکھا ہے کہ بصرہ کی ایک نصرانی خانقاہ کے راہب بحیرہ نے محمد صلعم کو نسطوری عقائد کی تعلیم دی (نسطوری عیسائیوں کے ایک مذہبی فرقہ کا نام ہے)
سر ولیم میور اور مرگولیتھ کا بھی یہی بیان ہے - مگر شمس العلما مولانا شبلی نے بحیرہ راہب کی روایت کو قطعی نا قابل اعتبار ثابت کیا ہے - دیکھو ان کی مولفہ کتاب سیرۃ النبی جلد اول - (مترجم)

یقین ہے کہ آنجناب اُمی تھے اس لیے اگر وہ آپ کو اپنے ادق مسائل کے سکھانے کی کوشش بھی کرتے تو بھی آپ کو اُن کا سمجھنا مشکل تھا۔ اگر ہم اس بات کو مان بھی لیں کہ اُنھوں نے دوسرے مذاہب کے مسائل لے لیے ہیں تو اس سے بھی ان کے مذہب کی وقعت گھٹتی نہیں کیوں کہ کوئی ایسا مذہب نہیں جو کامل طور پر جدید ہو - آنحضرت صلعم نے کبھی انبیا کے قدیم مذاہب کو منسوخ نہیں کیا بلکہ انہیں برحق ٹھہرایا اور اپنے الہامی مذہب سے ان کے تکمیل کر دینے کا دعویٰ کیا اور آپ نے ہمیشہ قدیم الہامات کا حوالہ بڑے احترام کے ساتھ دیا ہے —

مسلمانوں کے قیاس کے مطابق کامل حق کی تصویر گویا ایک خوبصورت قلعہ ہے جو ایک ڈھلواں پہاڑ کی چوٹی پر بنا ہوا ہے- مختلف مذاہب گویا اس کے مختلف راستے ہیں جو مختلف سمتوں سے اس تک پہنچنے کی رہنمائی کرتے ہیں - ان کے خیال میں اسلام سب سے بہتر مذہب اور تمام رستوں کے مقابلے میں بہت ہی آسان رستہ ہے مگر اس قیاسی تصویر سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ بعض رستے درمیان میں ایک دوسرے کو کاٹتے ہوئے گزریں گے اور کچھ ایسے ہوں گے جو ایک دوسرے کے متوازی جاتے ہوں گے یا کچھ دور تک ملے ہوئے جاتے ہونگے- متوازی راستوں کی طرح بعض مذاہب کے مسائل ایسے بھی

ہوں گے جو دوسرے مذاہب کے مسائل سے ملتے ہوں اور بعض مذاہب کے مسائل ملے ہوے راستوں کے مطابق ہوں گے - فی الحقیقت تمام مذاہب وہ راستے ہیں جو کامل حق * کے قلعہ کی رہنمائی کر رہے ہیں تاہم ان میں سے بلحاظ نوعیت ایک دوسرے سے جدا ہے اور ہر ایک کا یہ دعوی ہے کہ وہ دوسروں†

---

* نوع انسان میرے پاس مختلف راستوں سے آتی ہے اور کوئی شخص خواہ وہ کسی راستے سے مجھ تک پہنچ جائے میں اس راستے پر ہی اسے خوش آمدید کہتا ہوں کیونکہ تمام راستے میرے ہیں (بھگوت گیتا)

الطرق الی اللہ بحسب الانفس دیکھو صفحہ ۴۵ (مصنف)

میں اپنے بندے کے گمان کے ساتھ ہوں آنا عند ظن عبدی بی - یہ ایک بڑی حدیث قدسی کا ایک ٹکڑا ہے - مطلب یہ ہے کہ خدا فرماتا ہے کہ میں اپنے بندے کے گمان کے ساتھ ہوں یعنی جیسا وہ میرے حق میں گمان کرتا ہے میں اس کے ساتھ ویساہی برتاؤ کرتا ہوں (دیکھو مسلم - بخاری و ترمذی) مترجم

† ہندوں کے خدا کا شہر بنارس ہے اور مسلمانوں کے خدا کا شہر مکہ ہے لیکن تم اپنے دل میں ڈھونڈو تو وہ تمھیں یہیں مل جائے گا اگر وہ خالق صرف عبادت گاہوں میں ہی رہتا ہے تو پھر یہ ساری دنیا کس کا مسکن ہے (کبیر داس) - مولانا رومی فرماتے ہیں :—

(۱) گفت پیغمبر کہ حق فرمودہ است
من نگنجم ہیچ در بالاؤ پست
(۲) مسجدے ہست اندرون اولیا
سجدہ گاہے ہست آنجاے خدا
(۳) در دل مومن بگنجم ایں عجب
گر مرا خواہی ازاں دلہا طلب (مترجم)

سے بہتر اور سہل تر ہے —

(سوم) مسئلۂ اعتدال

متذکرہ بالا بیان میرے اس نوٹ کی تمہید ہے کیونکہ مسئلۂ اعتدال اور اس کا متعلقہ اصول یعنی بیچ کا رستہ جو سورۂ فاتحہ کے تیسرے یا آخری حصے میں ہے اُسے فلاطون اور اس کے شاگرد ارسطو نے بھی جو محمد صلعم سے ایک ہزار برس پہلے گزرے ہیں بیان کیا ہے - بعض مسلمانوں نے قدیم یونان کے ان حکما کا شمار بھی اُن ایک لاکھ اسی ہزار یعنی بیشمار مرسلین الٰہی میں کیا ہے جو ہمارے پیغمبر صلعم * کی بعثت سے قبل گزرے

---

* بعض مسلمانوں نے زردشت، کرشن کنھیا، بدھ اور کنفیوشس کو بھی زمرۂ انبیاء میں شمار کیا ہے لیکن اس سے زیادہ نہیں کہ یہ نیک اور بزرگ لوگ ضرور تھے مگر انہوں نے اپنی ذات کو الوہیت سے منسوب نہیں کیا - ہچکاک Hitchcock کا بیان ہے :— "مذہب" میں وحی داخل ہے - "وحی" سے یہ مطلب ہے کہ اعلیٰ درجے کے سچے مضامین کا ایک مجموعہ (اور اس لیے خدا کی طرف سے) جو وحی کیا گیا ہو یعنی جو وقتاً فوقتاً خدا نے اپنے منتخب بندوں (پیغمبروں) پر وحی کے ذریعے سے نازل کیا ہو جسے انہوں نے اپنی انتہائی روحانیت کے باعث پیامات الٰہی کے طور پر اپنی زبان میں اپنے ہمجنسوں کو پہنچا دیا ہو - اگر ان مستند صحائف میں نقائص پائے جائیں تو یہ عیوب انسانی زبان کے ہیں نہ اُن اعلیٰ درجے کے سچے الہامی مضامین کے جو خدا کے برگزیدہ پیغمبروں پر وحی کیے گئے تھے - یہ خود انسان کی سمجھ کا

درج ہیں خود ہیں - وہ صحائف * جن میں ان کے اقوال درج ہیں خود قرآن مجید کے بعد دوسرے درجے پر مانے جاتے ہیں اور اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ الہامات ہیں جو خدائے تعالیٰ نے بنی نوع انسان کی ہدایت کے لیے وقتاً فوقتاً نازل کیے۔

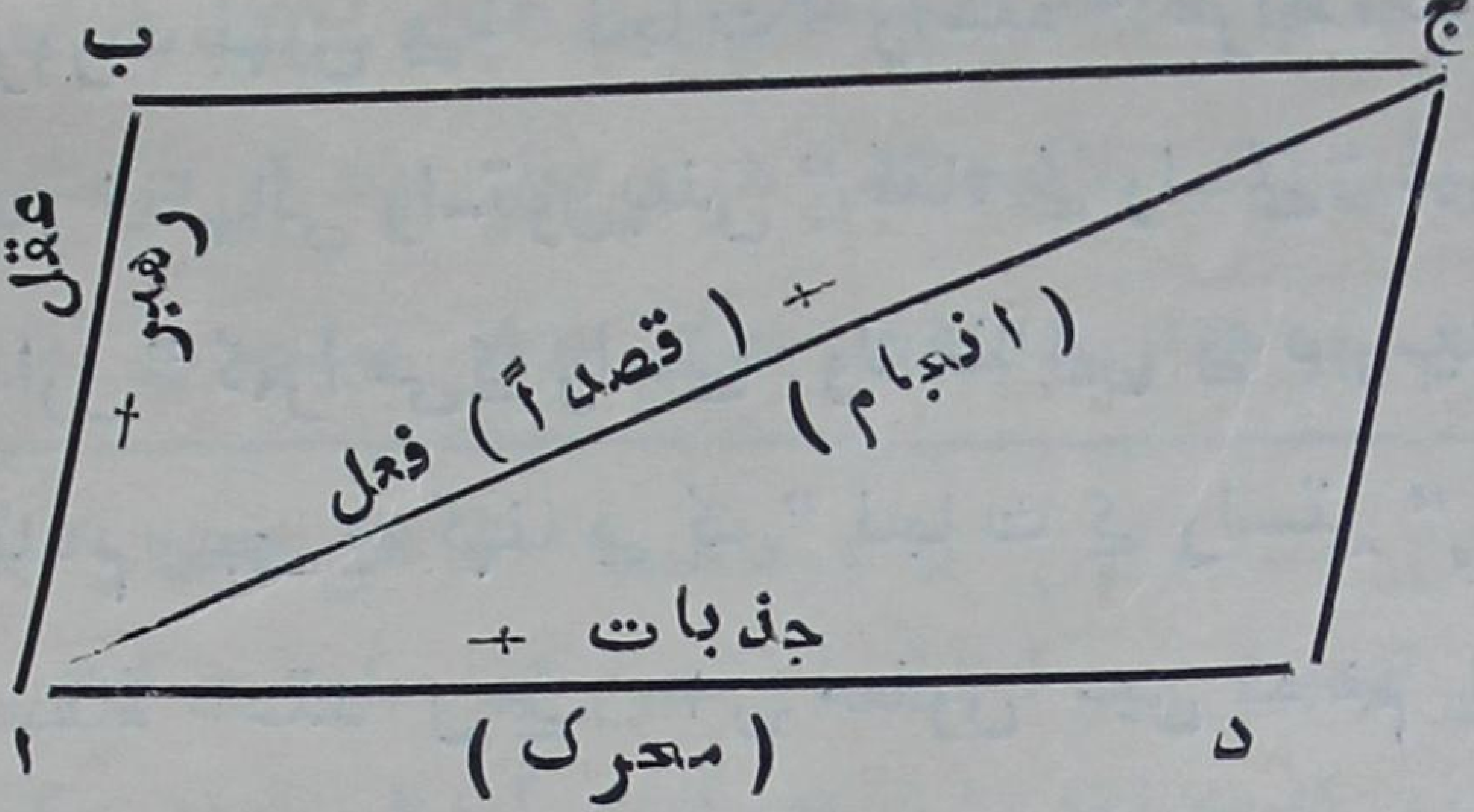
۱ - میں قبل ازیں جو بیان کر چکا ہوں کہ راہ نجات ہی گناہ اور گمراہی کا درمیانی راستہ ہے اب اس کے اعادہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ " نجات کا راستہ " صراط الذین انعمت علیہم دو انتہائی راستوں یعنی " گناہ کے راستے " غیرالمغضوب علیہم اور " گمراہی کے راستے " ولاالضالین کے درمیان کا راستہ ہے - تاہم مجھے یہ کہنا ہے کہ " نجات کے راستے " کی اتباع ہی مسئلۂ اعتدال ہے ' ان معنوں میں کہ ہم اپنی تمام باطنی اور ظاہری قوتوں کو کامل طور پر آزادی کے ساتھ عمل میں لائیں بشرطیکہ ان میں سے کوئی حادۂ اعتدال سے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۲۲)

نقص ہے جو انسانی زبان کی بے مایگی سے کم نہیں جس نے خدا کے منشاء اور اس کے اعلیٰ درجے کے سچے مضامین کو جو پیغمبر کے پیغامات میں پائے جاتے ہیں ذہن میں آنے سے باز رکھا - یہ ہماری سمجھ کا نتیجہ ہے کہ جو خود سچا ہے اس کے متعلق ہم نے مذہبی اعتقادات و اعمال میں اختلاف پیدا کر رکھا ہے - (مصنف)

* جو موجود ہیں صحیح اور اصلی ہیں اور ان میں کسی قسم کی کمی و بیشی نہیں کی گئی ہے - (مصنف)

متجاوز نہ ہو۔ تمام عملی اغراض کے لیے تم عقل، جذبہ اور فعل کو انسان کی قوتوں کے نمائندے مقرر کرسکتے ہو اور عقل کو تمام قوتوں اور جذبات کا رہنما بنا سکتے ہو، جذبہ گویا قوت متحرکہ ہے اور فعل (قصداً عمل کرنا یا ترک عمل) رہنما اور محرک قوتوں کا لازمی نتیجہ جیسا کہ نقشہ مندرجۂ ذیل سے واضح ہے:—



اب اصول اعتدال کا صرف یہ مطلب ہوا کہ تم اپنے جذبات کو اتنا نہ بڑھاؤ کہ وہ تمہارے افعال پر ناجائز اثر ڈالیں اور نہ تمہیں اپنی عقل کو اتنی آزادی دینی چاہیے کہ وہ نامناسب طور سے تمہارے جذبات پر مسلط ہوجائے۔ لیکن ہمیشہ تمہاری یہ کوشش ہونی چاہیے کہ ان دونوں کے درمیان توازن کو اس طرح سے قائم رکھو کہ تمہارے کام کا نتیجہ بالکل صحیح نکلے اور جس سے انسان کے سہ گانہ فرائض کی تکمیل میں دقت لاحق نہ ہو (اور خواہ کتنا ہی کم کیوں نہ ہو) تاہم تمہاری ذات اور قوم کو درجۂ کمال

پر پہنچانے کے لیے ساعی ہو- اگر تمہارا جوش کسی وقت تمہاری عقل پر غالب آجاتا ہے تو تم گناہ کے مرتکب ہوتے ہو اور اس کے برخلاف اگر تم اپنی عقل کو اس درجے کام میں لاؤ کہ وہ تمہارے جوش کا گلا ہی گھونٹ دے تو یقیناً تم غلطی میں پڑ جاو گے - اگر تم نہ تو عقل کو نہ جذبات کو ان کے مخصوص خدمات بجا لانے کی اجازت دوگے تو تمہیں آرام طلبی کا موقع مل جائے گا جو صریح غلطی ہے- نامناسب طور سے جذبات کو دبانا یا عملاً عقل کو غالب کردینا یا دونوں کو معطل رکھنا دراصل اصول اعتدال کے ساتھ دشمنی کرنا ہے - اس کا خلاصہ (جیسا کہ ارسطو نے بتایا ہے) یہ ہے کہ ہمارے جسم کی کسی ایک قوت کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ ہماری دوسری قوت پر جبر کرے —

کسی قوت کا "جائز" استعمال کیا ہے اور "ناجائز" استعمال کیا ہے - یہ ایک ایسا مسئلہ ہے کہ جس کا فیصلہ بلحاظ عمل اور واقعات متعلقہ کے خود تم اپنی عقل سے کرسکتے ہو - میں نے گزشتہ نوٹوں میں درجۂ کمال کی بحث میں اس کی تشریح کردی ہے - تمہاری کسی جسمانی یا دماغی قوت کا استعمال جائز ہے یا ناجائز اس کا اندازہ یہی ہے کہ اگر جائز استعمال ہوا ہے تو یہ تمہاری ذات کو تمہاری نسل کو اور تمہاری قوم کو لازماً فائدہ پہنچانے کا موجب ہے یا اگر

ناجائز استعمال ہوا ہے تو اس کے برخلاف ضرر پہنچنے کا احتمال ہے —

مجھے اس میں اتنا اور اضافہ کرنا ہے کہ مسئلۂ اعتدال کو جسے میں نے سرسری طور پر بیان کیا ہے اسے آج کل کے مصنفین علم اخلاق مثلاً سر لیزلی اسٹیفن Sir Leslie Stephens نے (جو اُن دو ذی علم اشخاص میں سے ایک ہیں جنھوں نے ڈکشنری آف نیشنل بیاگرافی Dictionary of National Biography کو مرتب کیا ہے) پوری طرح سے مان لیا ہے —

۲ - خدائے تعالیٰ قرآن مجید میں مسلمانوں کو مخاطب کر کے فرماتا ہے :—

ہم نے اسی طرح تم کو بیچ کی راس کی اُمت بنا دیا ہے تاکہ (اور) لوگوں کے مقابلے میں تم گواہ بنو۔	کذالک جعلنکم اُمۃ وسطاً لتکونوا شہداء علی الناس (سورۃ البقر - الم ع ۱۶) —

خدا کے مختلف طریقوں میں سے ایک یہ بھی طریقہ ہے کہ جس سے اس نے مسلمانوں کو انتہا پسندی سے باز رہنے اور جہاں تک اور جہاں کہیں ممکن * ہو سکے اعتدال کا

* انجیل مقدس اور قرآن مجید ان مظالم کے جو عیسائیوں اور مسلمانوں نے مذہب کے نام سے کیے ہیں جوابدہ نہیں ہیں —

درمیانی راستہ اختیار کرنے کی تاکید کی ہے —

اصول اعتدال مسئلۂ متوسط کا مثنیٰ ہے یعنی اعتدال کا تعلق باطن سے ہے اور بیچ کا راستہ اس کے جواب میں ظاہر سے تعلق رکھتا ہے - اول الذکر یہ کہتا ہے کہ تم اپنی کسی ایک قوت کو حد سے زیادہ یا حد سے کم مت استعمال کرو - اور موخر الذکر یہ بتاتا ہے کہ کسی چیز کو ضرورت سے زیادہ یا ضرورت سے کم نہ لو - کیونکہ کسی چیز کا حد سے زیادہ ہونا کسی طرح مفید نہیں اور اسی طرح کسی چیز کا ضرورت سے زیادہ کم ہونا بھی نہ ہونے سے زیادہ خراب ہے - "بہت زیادہ" اور "بہت کم" کے الفاظ اعتباری ہیں جن کے بجائے خود کوئی معنی نہیں ہوتے بلکہ کسی کی ذات اور اس کے ماحول کے اعتبار سے کسی خاص وقت یا کسی خاص جگھہ میں "کثرت" یا "قلت" کے معنی پیدا کرتے ہیں - میرے نزدیک اس سے بہتر طریقہ کوئی اور بیان کرنے کا نہیں ہوسکتا کہ میں ایسی چند امثال جدول کی صورت میں لکھہ دوں جن سے انسان کے دل یا دماغ کی بعض صفات یا عمل کے طریقے کی کثرت یا قلت اور ان کے درمیان کی متوسط درجے کی راہ کا اندازہ ہوجاے —

۱ - دماغ کے خواص (عقل)

کثرت	متوسط	قلت
فرط احتیاط	حزم	غفلت
شبہ	یقین	غیر تیقن
خود پسندی	انکساری	حجاب
زود حس	متوجہ	بے پروا

۲ - دل کے خواص (جذبہ)

کثرت	متوسط	قلت
بزدلی	جرأت	تہور
نفس پرستی	پرہیزگاری	ترک (لذات)
متعصب	پرجوش	متھا

۳ - عمل کے طریقے

تشدد	آزادی	بے اعتدالی
خوشامد	خوش اخلاقی	بد تہذیبی
طرفداری	انصاف	ظلم
مسرف	فیاض	بخیل

مندرجۂ بالا الفاظ جو کثرت، اعتدال اور قلت کا اظہار کرتے ہیں تم ان کی نسبت اپنے آپ دریافت کرلوگے کہ ان میں سے کن صفات کا یا کس طرز عمل کا اختیار کرنا مناسب ہے - مثلاً "خوف" جس کی کثرت "بزدلی" اور قلت "تہور" اور متوسط "ہمت" ہے - اسی طرح ایک شخص اپنی قابلیت کے متعلق اچھی رائے رکھتا ہے - اس کی کثرت "خود پسندی" قلت "حجاب" اور متوسط "انکساری" ہے - یا افعال پر بہت زیادہ روک تھام "تشدد" ہوجاتا ہے اور بہت کم تعرض "بے اعتدالی" کا موجب ہے، مگر متوسط "آزادی" ہے —

ایسے الفاظ کی ایک طویل فہرست بنانا ایک مفید مشغلہ ہوگا کیوں کہ اس سے عقل، جذبات، افعال یعنی علم، احساس اور ارادے کے مختلف مدارج کا علم ہوتا ہے- لیکن ہر صفت یا کام کے تین متقابل لفظ اُن الفاظ کے مثل جو مندرجۂ بالا فہرست میں ہیں ملنا آسان نہیں کیونکہ کوئی زبان ایسی مکمل نہیں جس میں اُن تمام بے شمار اور گوناگوں خیالات کے صحیح مفہوم اور اُن کے نازک فروق ادا کرنے کے لیے، جو ہمارے دلوں میں پیدا ہوتے رہتے ہیں، جدا جدا اور واحد الفاظ موجود ہوں - تاہم موجودہ سائنس نے اس حقیقت کو تسلیم کرلیا ہے کہ ہر چیز میں نہ

صرف باعتبار قسم بلکہ بلحاظ درجہ اختلاف ہوتا ہے - جیسے خیالات ' احساسات ' خواہشات ' اعمال ' اشیا اور ان کے صفات میں جن سے ہمیں سروکار رہتا ہے - اگرچہ تمہیں ہر حالت میں کوئی ایسا لفظ نہ ملے جس سے درجے کا اندازہ ہو سکے تاہم تم ہر صورت میں عملاً انتہائی اور متوسط درجے کی تحقیق بلا استثنا کر سکتے ہو اور تم اپنی روش کو ایک کے ترک کرنے اور دوسرے کو اختیار کرنے کے قابل بنا سکتے ہو - مجھے اس موقع پر یہ بتا دینا بھی ضروری ہے کہ لفظ "متوسط" سے میری مراد ریاضی کا وہ اوسط نہیں (جیسے ساڑھے چھ جو علم ریاضی کی روسے ۵ اور ۸ کا اوسط ہے) بلکہ صرف قریب قریب صحیح وسط یا درمیان کی روش کا راستہ ہے - خیرالامور اوسطہا *

تم اس پر یہ اعتراض کر سکتے ہو کہ ہر حالت میں اعتدال کو اختیار کرنے کے لیے اطمینان قلب کے ساتھ اپنے اور اپنے ماحول کے لحاظ سے غور و تجسس کرنے کی ضرورت ہے ' مگر موجودہ زمانے میں تیز رفتاری کے ساتھ سفر اور نقل و حرکت کرنے میں جو سہولتیں پیدا ہو گئی ہیں ان کے لحاظ سے اس قاعدے کی اتباع کرنا دشوار ہے - تو میرا جواب اس اعتراض کی نسبت یہ ہے کہ یہ طرز عمل کا ایک

---

* بہترین امور بیچ کی راس کے کام ہیں (حدیث) -

قیاسی قاعدہ ہے جیسے منطق (خیال) ، جمالیات (حسن) یا اخلاقیات (چال چلن) کے قاعدے جو تمہارے سامنے ایک مکمل نمونہ پیش کرتے ہیں جس کے حاصل کرنے کی تمہیں ہمیشہ کوشش کرنی چاہیے ، خواہ تم کسی وقت بھی اسے کامل طور پر حاصل نہ کر سکو ۔ مثلاً اگرچہ کوئی حکیم کامل منطقی یا کوئی مصور کامل صناع یا کوئی شخص اخلاق مجسم نہ بن سکے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ لوگ جو جویائے حقیقت ہیں یا مصور ہیں یا عام لوگ اپنے اپنے حیطۂ خیال اور عمل میں حصول کمال کے لیے سعی نہ کریں ۔

اس کے علاوہ ' اوسط ‘‘ کے قاعدے کی نسبت ایک اور بڑا اعتراض بھی عائد ہوتا ہے وہ یہ کہ اگر اس کی پیروی سختی سے کی جائے تو یہ لوگوں میں اعتدال پسندی کے باعث جمود اور مساوات پیدا کر دیگا اور اعلے درجے کے غیر معمولی اشخاص پیدا کرنے کا مانع ہوگا ۔ مجھے افسوس کے ساتھ اس امر کا اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ بظاہر صورت حال تو ایسی ہی معلوم ہوتی ہے مگر میرے اس کے بعد کے نوٹ سے ظاہر ہوگا کہ یہ اس قانون قدرت کے مطابق ہے جو حال ہی میں دریافت ہوا ہے ۔ بعض مصنفین نے اس امر کے ثابت کرنے کی بھی کوشش کی ہے کہ ذہن و ذکاوت کا غیر معمولی مقدار میں ہونا بھی ایک طرح کی دیوانگی ہے اور بلحاظ نتیجہ

ایسا ہی برا ہے جیسے ذہن کی کمزوری اور علم کی کمی ہے۔ انہیں اس بات کا بھی یقین ہے کہ صرف اوسط درجے کی عقل کے آدمی صحیح الدماغ ہوتے ہیں۔ ڈرائیڈن شاعر نے اپنے ایک شعر میں اس مفہوم کو یوں ادا کیا ہے :—

"غیر معمولی جودت طبع دیوانگی سے بہت قریب ہے۔ صرف ایک مہین پردہ ان کے حدود کو جدا کرتا ہے"—

سر جان گورسٹ متوفی نے پارلیمنٹ کی مجلس عوام میں ایک سنسنی پیدا کر دی جب انھوں نے بیان کیا کہ بڑے بڑے ممالک کی عنان حکومت صرف متوسط عقل والے اشخاص کے ہاتھوں میں رہی ہے —

سر ہنری ٹیلر شاعر نے لکھا ہے —

ہے دنیا بے خبر اُن سے جو تھے اعظم تریں اس کے

(۱۱)

اِرتقا و بقا

بیلجیم کے شاہی منجم ادلفی کوئٹلیت Adolphe Quetelet نے گزشتہ صدی کے سترویں سال اس امر کے ثابت کرنے کی کوشش کی تھی کہ:—

"جس طرح ایک جسم کے لیے مرکز ثقل ہوتا ہے اسی طرح ایک * قوم کے لیے اُس کا اوسط آدمی ہے" —

اگر ایسا نہیں تو اسی کے مثل سر فرانسس گیلٹن اور

---

* جزو سے کل کی بنیاد پڑتی ہے - جب رفتہ رفتہ چند افراد ایک مرکز مجوزہ کے گرد ثابت قدمی کے ساتھہ جمع ہوجاتے ہیں تو وہ ایک قوم کے نام سے مشہور ہوجاتی ہے - بظاہر قوموں کی حد بندی کی تین شکلیں ہیں ' نسلی حد بندی ' ملکی حد بندی ' مذہبی حد بندی - مثلاً بعض قومیں امتیاز نسلی کی وجہ سے ایک قوم کہلاتی ہیں ' بعض قوموں کی حد بندی ملکی اغراض کے تابع ہوتی ہے ' بعض کی حد بندی مذہب کی بدولت ہوتی ہے - اسلام نے تمام قومی ' نسلی ' ملکی کی پریشان رشتہ بندیوں کو توڑ پھینکا ہے یعنی دائرۂ اسلام میں آکر کسی کا کوئی گزشتہ قومی و نسلی امتیاز باقی نہیں رہتا - اسلام ایک مذہب بھی ہے اور ایک قوم بھی - اس کا

پروفیسر کارل پیرسن Sir Fransis Galton and Professor Karl Pearson کا بھی خیال ھے جو انسان کے قوائے طبعی اور ذھنی کی تحقیقات میں ڈارون Darwin کے نظریۂ قدرتی انتخاب یا بقائے اصلح کے نتیجے پر پہنچے ھیں (یعنی دنیا میں رھی قوم عروج حاصل کرتی ھے جس نے اپنے آپ کو اس کے لیے اھل بنایا ھو) - چونکہ اس مسئلہ نے زیادہ وسعت کی صورت اختیار کرلی ھے اب اسے قانون ارتقا کہتے ھیں، جس نے ھمارے زمانے کے سائنس اور فلسفہ میں اگر انقلاب پیدا نہیں کیا ھے تو گہرا اثر ضرور ڈالا ھے - اس نے ابتدا میں اس بات کا خوف پیدا کر دیا تھا کہ یہ خدا کے بارے میں لوگوں کے اس عقیدے کو کہ وہ دنیا جہان کا خالق اور کارخانۂ عالم کا چلانے والا ھے تنزلزل میں ڈال دے گا مگر بجز چند طریقوں کے انکشاف کرنے کے کہ خدا نے کائنات کو کس طرح پیدا کیا اور کس طرح چلا رھا ھے، اس نے کچھہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۳۳)

مطلب یہ ھے کہ تمام نسلیں اور قومیں قبول اسلام سے اپنے امتیازات کو ترک کر کے ایک ھی مرکز اسلام کے گرد جمع ھوگئی ھیں - ان کی ارتقا و بقا اس کے اصول کی پابندی کرنے پر منحصر ھے کیونکہ اسلام کی اغراض مشترکہ میں جذبۂ دینی و قومی ھردو پوشیدہ ھیں یعنی وہ قوم جس کے افراد آپس میں بھائی بھائی ھیں - اسلام کا یہی خاص مقصد ھے اور یہ "کل مومن اخوة" کی تعلیم دیتا ھے (مترجم)

اور نہیں کیا —

کالج چھوڑنے کے بعد سے اب تک میں نظریۂ ارتقا کا مطالعہ بڑے شوق سے کرتا رہا ہوں ، اس لیے میں اپنی ذات کے متعلق دعوے کے ساتھ یہ کہہ سکتا ہوں کہ اس کا مطالعہ میرے عقیدے کو جو خدا کے بارے میں ہے ذرا بھی جنبش نہ دے سکا ، بلکہ اس سے میرا عقیدہ اور قوی ہو گیا - میں سائنس کے موجودہ خیالات کی نسبت ایک ہر دلعزیز مصنف* کی رائے سے اتفاق کرتا ہوں جن کا بیان ہے کہ : —

" سچا سائنس اس بات کی جستجو نہیں کرتا کہ وہ آدمی کو اس کی روح سے محروم کردے یا خالق کو اس کی کائنات سے نکال دے بلکہ یہ راستی کے ساتھ خدا کے عجیب و غریب کاموں کے مطالعہ کرنے اور اس طریقے کو غور سے دیکھنے کی طرف متوجہ کرتا ہے کہ خدائے تعالیٰ نے کیوں کر نیچر (فطرت) کو اپنی مشیت کی تعمیل میں لگا رکھا ہے " —

قانون ارتقا یا جسے نظریۂ نشو و نما بھی کہتے ہیں ، در اصل حق یا صداقت کے اندازہ کرنے کا اچھا خاصا قیاس ہے - یہ بہت ہی قابل قدر اصول ہے جس سے نہ صرف بے شمار مشاہدات اور تجربات کے نتیجے پر ہمیں دسترس ہو جاتی

* Charles R. Gibson.

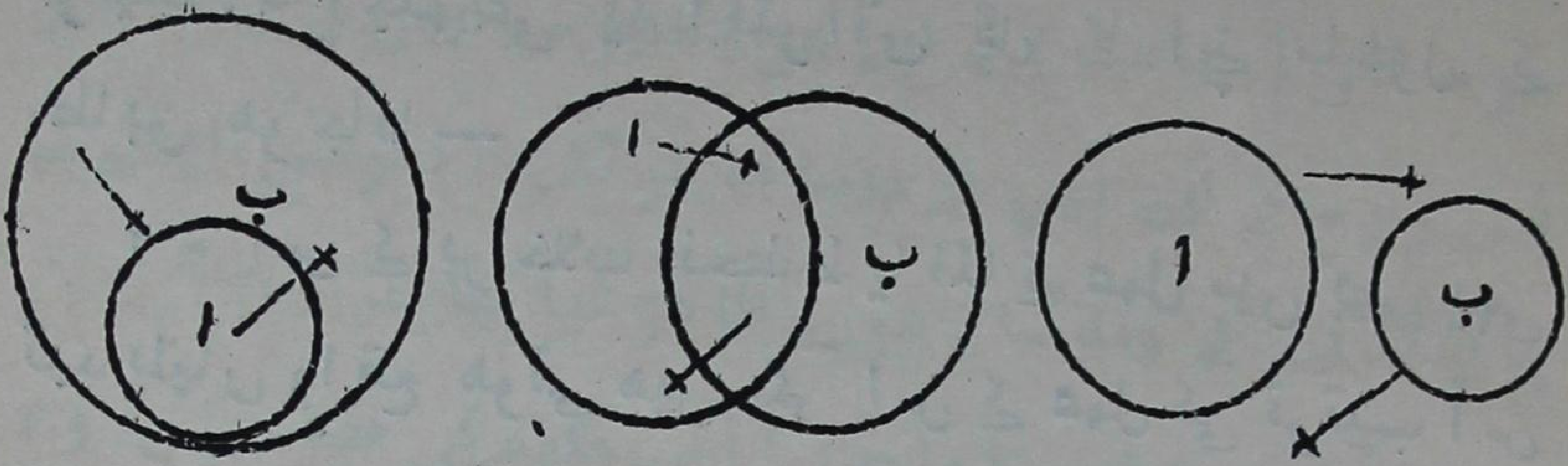
ہے بلکہ بعض ہونے والے واقعات کی نسبت پیشین گوئی کرنے کی صلاحیت بھی پیدا کر دیتا ہے جس کی تصدیق بعد کے مشاہدات اور تجربات سے ہو جاتی ہے - مگر اس کا صاف اور صریح مفہوم چند جملوں میں قلم بند کرنا محال ہے - ہربرٹ اسپنسر H. Spencer جیسے بڑے پایے کے آدمی نے اپنی زندگی کے پچاس سال صرف کرکے اپنی سنتھیٹک فلاسفی Synthetic Philosophy کی کم از کم دس ضخیم جلدوں میں اس کے بیان اور اس کی تشریح کو ختم کیا ہے- تاہم اس مسئلہ کا بہت کچھ صحیح تصور ذیل کے قضیوں سے ہو جاے گا - ان میں لفظ " شے " کو وسیع معنوں میں لیا گیا ہے ' یعنے معروض ادراکی یا وہ شے جس کا علم ممکن ہے * —

۱ - کوئی شے ایسی نہیں ہے جو بذاتہ قایم ہو ، ہر ایک شے کسی دوسری شے کے تعلق سے قایم ہے جو اس کا ماحول ہے-

۲ - کوئی شے اور اس کا ماحول پہلو بہ پہلو ایک معقول زمانے تک قایم نہیں رہ سکتے تاوقتیکہ ایک دوسرے کو کسی نہ کسی طرح اپنی تاثیر یا اثر سے متاثر نہ کرتے رہیں- مثلاً ایک شے (الف) اور اس کا ماحول (ب) ہے ' یہ دونوں جن کا ایک دوسرے کے ساتھہ رہنا لابد ہے ' ایک دوسرے پر عمل و ردعمل کا فعل لازم طور سے کرتے رہتے ہیں —

---

* دیکھو بارھویں نوٹ کا فقرہ ۱ الف —



٣ - (الف) کا اور اس کے ماحول (ب) کے باہم عمل اور رد عمل سے باہم فطری ارتباط پیدا ہو جاتا ہے یعنی ایک دوسرے میں وصل ہو جاتے ہیں —

٤ - اس طرح کا وصل اگر کامل ہو تو شے (الف) کی بقا * کا سبب ہوتا ہے یا اگر کامل نہ ہو تو شے (الف) کی فنا کا موجب ہوتا ہے —

٥ - ارتقا یا بقا کی ترکیب کے یہ ممتاز طریقے ہیں :—

الف - اجتماع :- ایک ہی نوع کے چند افراد (جیسے جواہر فرد، سالمات، زندہ خلیے) کا مل کر ایک مجموعہ بن جانا -

ب - افتراق :- چند اجزا (یا قویٰ) کا مجموعہ میں سے ایک

---

* اس نوٹ کے مقصد کے اعتبار سے تمہارا شروع کی چار شکلوں کا سمجھنا کافی ہوگا، ما بقی دو شکلوں کا بغیر مشرح امثال کے بتائے ہوئے میرے نزدیک تمہارے لیے دقت سے خالی نہیں اور مجھے اس موقع پر لکھنے کی گنجایش نہیں - (مصنف)

دوسرے سے غیر مشابہ یا مخصوص ہو جانا - اور ج - ترتیب :- اجتماعی یا افتراقی کُل کا اپنے ماحول کے مطابق ہو جانا —

۶ - اس کے برخلاف انحطاط یا فنا کے عمل میں بھی یہی تبدیلیاں واقع ہوتی ہیں مگر اِس کے عمل کی ترتیب اُس کے برعکس ہوتی ہے یا بالفاظ دیگر کسی شے اور اس کے ماحول کو فرض کر لو - ان میں سے ہر ایک کا فرض ہے کہ وہ دوسرے سے مل جائے یا اگر مل نہ سکے تو فنا ہو جائے کیوں کہ کسی شے کی بقا بالذات ممکن نہیں تاوقتیکہ اس میں تبدیلی کی صلاحیت نہ ہو - ہر شے کو مثل ایک تصویر کے جو چوکھٹے میں جڑی ہوئی ہے اپنے ماحول کے مطابق اور موزوں بنانا چاہیے تاکہ اس کا وجود خود اس کی ذات اور اس کے ہم جنسوں کے حق میں مفید ثابت ہونے کے لیے قایم رہے - پس اس سے یہ معلوم ہوا کہ جو شے اپنے آپ کو اپنے حوالی سے موافق بناتی ہے بقا حاصل کرتی ہے اور جو ایسا نہیں کرسکتی فنا ہوجاتی ہے* چنانچہ قرآن مجید اِس کا شاہد ہے :—

زمیں (کی سلطنت) کے وارث میرے نیک بندے ہوں گے -	اِن الارض یرثہا عبادی الصالحون -

* کیوں کہ (صادق یا صالح) جن پر اس کی برکت ہے زمیں کے وارث ہوں گے اور جن پر اس کی لعنت ہے کٹ جائیں گے - (۳۷ زبور آیت ۲۲)

یہ اصول صرف نباتات، حیوانات، انسان اور سوسائٹی (جماعت) کے لیے ھی مخصوص نہیں ھے بلکہ غیر ذی روح کے لیے بھی ھے جیسا کہ برٹش ایسوسی ایشن کے پریسیڈنٹ نے چند سال ھوے ظاھر کیا تھا —

مثلاً ایک شخص کا ماحول، اُس جگھہ کی فضا جہاں وہ بستا ھے، سوسائٹی (جماعت) جس میں رھتا ھے، پیشہ جو وہ کرتا ھے، ملکی قانون جس کی اطاعت کرتا ھے وغیرہ ھوتے ھیں - پس اگر اس کے جسمانی و دماغی صفات اس کے ماحول کے لحاظ سے موزوں ھیں تو وہ ایک مدت دراز تک بخوشی زندگی بسر کر سکتا ھے - یعنی جب کہ وہ صفات اس میں ایسی صلاحیت پیدا کردیں یا اُسے ایسا "صالح" بنادیں کہ اپنے آپ کو اپنے گرد و پیش کے حالات کے مطابق بنالے - تو پھر ایسے صفات کی عام نوعیت کیا ھے؟ تمھیں معلوم ھے کہ سائنس کا ایک سب سے بہتر طریقہ ناپ یا پیمایش ھے کیونکہ سائنس کا صحیح علم صرف دو خاصیتوں کے باھم فرق معلوم ھونے ھی سے مکمل نہیں ھوتا بلکہ ھر خاصیت کی پیمائش اور اس کے مدارج کا قایم کرنا بھی ضروری ھے - گرم کا سرد سے امتیاز کرنا کافی نہیں ھے بلکہ آلۂ مقیاس الحرارت سے اس کے درجوں کی پیمائش بھی لازم ھے —

اعداد و شمار اور ترسیم کے نئے طریقوں کا مردوں اور عورتوں کی ایک معقول تعداد پر عمل کر کے یہ دریافت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ ان میں ایسے کتنے اشخاص ہیں جنہیں باعتبار صفات یا خصائل کے اصطلاحاً " قابل ترین " یا " اصلح " کہہ سکتے ہیں - پروفیسر پیرسن * اور دوسروں نے اس طریقے سے یہ دریافت کیا ہے کہ کسی شہر کی آبادی میں ایک بڑی تعداد ایسے مردوں اور عورتوں کی ہوتی ہے جو درمیانی یا متوسط طریقے سے بھٹک کر اپنے جسمانی یا ذہنی اوصاف کو کثرت یا قلت کے ساتھ استعمال کرتے ہیں جس سے اُن میں جہد البقا میں کامیاب ہونے کی صلاحیت بہت کم رہ جاتی ہے - جن افراد میں کوئی ایسی بات ہوتی ہے جو انہیں درمیانی راستے سے بھٹکا کر دور لے جاتی ہے تو فنا کے راستے پر پڑ لیتے ہیں - مثلاً بہت سے لوگوں کے قد کی پیمائش کرنے سے آدمیوں کے قد کا اوسط پانچ فٹ چھ انچ دریافت ہوا ہے اور اعداد و شمار کے طریقوں سے یہ معلوم ہوا ہے کہ وہ آدمی جن کا قد سات فٹ ہے یا جو تین فٹ کے بونے ہیں بہت کم ہیں - اس افراط و

---

* Karl pearson جو رسالۂ بیا میٹریکا Biometrika کے مدیر ہیں اعداد و شمار کے طریقے کے مطابق علم حیات کا مطالعہ کر رہے ہیں — (مصنف)

تفریط سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جو زیادہ بلند قامت ہیں یا جو پستہ قد ہیں یعنی جو اوسط کے درجے سے قطعی جدا ہو گئے ہیں ان کا رجحان فنا ہو جانے کی طرف ہے لہذا وہ زندہ رہنے کے قابل بھی نہیں —

موقتی انتخاب کے قانون (Law of peoriodic Selection) کی یہ ایک سرسری اور سہل مثال ہے جس نے اب باجیم کے فلاسفر کے قانون اوسط کو رد کردیا ہے ۔ اس قاعدے کا عمل صرف انسانی روش نیز انسانی اوصاف کے لیے مخصوص ہو گیا ہے ۔ صرف وہی روش یا چلن (یعنی ارادی فعل کا خاص طریق عمل) انسان کو اپنے ماحول کے قابل اور موزوں بناتا ہے جو اُس روش کے اوسط یا معیار سے بہت کم روگردانی کرتا ہے یہ انسانی زندگی کی خوشی اور درازیٔ عمر کے لیے ناگزیر شرط ہے —

پس اس سے تمہیں معلوم ہو گیا کہ اسلام کے مسئلۂ اوسط کی صداقت سائنس نے بھی ثابت کردی ہے —

(۱۲)

مذہب کا آغاز خوف خدا سے ہوتا اور انسانی ہمدردی پر ختم ہوتا ہے *

مجھے اس خاتمے کے نوٹ میں چند عام باتوں کا ذکر کرنا ہے - بعض مندرجۂ ذیل الفاظ اپنے معنی اور اوصاف کے اعتبار سے محتاج تشریح ہیں لیکن مجھے یقین ہے کہ یہ تمہیں چند دقیق مسایل کے سمجھنے اور یاد رکھنے میں مدد دیں گے —

اول

الف- فرض کرو " شے " سے ایک ایسی چیز مراد ہے جو قابل غور ہو - مثلاً مکان ، مزدور ، سرخی ، فاصلہ ، وطن ، خیرات ، فصاحت ، اصول مملکت رانی بر طانیہ ، یہ سب اشیا ہیں جن کے متعلق تم غور کر سکتے ہو —

---

* برمنگھم یونیورسٹی Burmingham University کے پروفیسر میورہیڈ Muirhead نے ان نوٹس کے متعلق مصنف کے نام جو کرمنامہ بھیجا تھا اس میں یہ جملہ لکھا تھا —

ب - اس کے بعد تم "حقیقت" کی تعریف اس طرح کرو
کہ یہ ایک جانی ہوئی یا جاننے کے قابل شے ہے -
یا چند اشیا کا درمیانی تعلق ہے - یا دوسرے لفظوں
میں اس کی تعریف یوں کی جاسکتی ہے کہ "حقیقت"
کوئی ایسی شے یا متعلق شے ہے جسے تم جانتے ہو یا اگر
تھوڑی سی تکلیف گوارا کرو تو جان سکتے ہو —

ج - "کائنات یا فطرت" صرف نام ہے اُن حقائق کے مجموعے
کا جنھیں ہم جانتے ہیں یا جو جاننے کے لایق ہیں -
شعرا، حکما اور بعض سائنس داں بھی اِن جانی ہوئی
اور جاننے کے قابل اشیا کے مجموعے یعنی کائنات کو
فرضی شخص تصور کرکے اسے کوئی تذکیر اور کوئی
تانیث سے منسوب کرتے ہیں - اس طریقے سے کنایتاً
کلام کرنے میں ایک طرح کی سہولت پائی جاتی ہے اور
اس بات کا اظہار ہوتا ہے کہ کائنات میں وہی
یکسانی، مداومت اور توادد ہے جو کسی شخص کے
تصور میں ہوتا ہے —

دنیا کی تاریخ کے ہر زمانے میں تمام ذی فہم اشخاص
کائنات کو بحیثیت کُل سمجھنے کی کوشش کرتے رہے ہیں -
اس کے متعلق ان تین اہم سوالات کے جواب دینے میں
پوری ہمت صرف کی ہے، یعنی کیا؟ کس طرح؟ اور کیوں

(یعنی کیا وجہ) ؟ —

۱ - کائنات کیا ہے؟ یعنی وہ کیا حقائق ہیں جن سے کائنات وجود میں آئی ؟ (علم کائنات) —

۲ - کائنات جیسی کہ وہ ہے کس طرح ظہور میں آئی ؟ یعنی وہ حقایق جنھیں ہم جزو کائنات پاتے ہیں کیسے واقع ہوے (کائنات کی تشریح) —

۳ - کائنات جس حالت میں کہ وہ ہے کیوں ہے ؟ اور دوسری طرح سے کیوں نہیں ہے ؟ یعنی کیا وجہ ہے کہ جو حقائق جزو کائنات ہیں باوجود ان تغیرات کے جو متواتر ہوتے رہتے ہیں ان میں کیوں ایک قسم کی یکسانی ، ترتیب اور توا حد پایا جاتا ہے ؟ (کائنات کا سبب) —

صراحت سے بیان کرنے کی بجاے میرا اتنا کہنا کافی ہے کہ سائنس (مع اپنی مختلف شاخوں کے جنھیں ہم علوم کہتے ہیں) پہلے سوال یعنی "کیا" کا (جو کائنات کی حقایق کے متعلق کیا جاتا ہے) جواب دینے کی کوشش کرتا ہے - فلسفہ دوسرے سوال یعنی "کس طرح" کا (جو کائنات کی تشریح کی نسبت کیا جاتا ہے) جواب دینے کی سعی کرتا ہے - مذہب یا علم الہیات (جس میں اعلیٰ درجے کی شعریت بھی شامل ہے) تیسرے اور آخری سوال یعنی "کیوں" کا (جو کائنات کے سبب کے متعلق کیا جاتا ہے) جراب دینے کی کوشش کرتا

ہے - تمھیں اس طرح سے صاف طور پر سائنس ، فلسفہ اور
مذہب کی اقالیم بالترتیب ان تین الفاظ "کیا، "کس
طرح" اور "کیوں" کو یاد رکھنے سے ذہن نشین ہو جائے گی۔
جب تم کوئی کتاب پڑھو جس میں حقائق کا ذکر ہو اور جو
یہ سوال کرے کہ کائنات کیا ہے؟ یا جس میں کائنات یا
(نیچر) کی تشریح ہو اور یہ سوال کرے کہ کس طرح؟ یا جو
کائنات کا سبب بیان کرے اور سوال کرے کیوں؟ تو تم
یقین کر لو کہ وہ کتاب یا تو سائنس کی ہے یا فلسفہ یا مذہب
کی ہے، خواہ اس کتاب کا نام بجائے خود کچھ بھی ہو —
میں نے یہ کہا ہے کہ سائنس، فلسفہ یا مذہب جواب دینے
کی کوشش کرتے ہیں - یہ نہیں کہا ہے کہ انھوں نے جواب دیے
ہیں، کیوں کہ ان میں سے کسی بات کا بھی جواب قطعی یا
اٹل نہیں دیا جا سکتا - سبب یہ ہے کہ ان میں سے کوئی
بھی اس کی اصلی تہہ کو نہیں پہنچا ہے - چنانچہ جیسے جیسے
آدمیوں کا تجربہ برابر بڑھتا جاتا ہے ویسے ویسے قدیم
حالات کے متعلق نئی نئی حقیقتیں اور نئی نئی صورتیں
ہر زمانے میں آشکارا ہوتی جاتی ہیں - بعینہ اسی طرح جس
طرح کہ انسان کو اپنے تئیں نئے حالات یا پرانے حقائق کے
تغیرات کے مطابق اور موزوں بنانا لازم ہے ورنہ بجز فنا ہونے
کے کوئی چارہ نہیں اسی طرح سائنس ، فلسفہ اور مذہب

کو بھی اپنے تئیں جدید حالات کے مطابق بنانا پڑتا ہے ورنہ یہ بیکار * اور معطل ہو جائیں گے —

دوم

میں بارہا کہہ چکا ہوں کہ میں اسلام کو بہترین مذہب مانتا ہوں کیوں کہ جہاں تک کہ میرا علم ہے بہ نسبت دوسرے مذاہب کے یہ سائنس کے جدید خیالات کے مطابق ہے - اگر تم میرے خیال کے موافق سائنس، فلسفہ اور مذہب کے مخصوص اقالیم کو مان لو تو تم آسانی کے ساتھ سمجھ جاوگے کہ اسلام سا مذہب جو منشاے نیچر یا فطرت کے کنہہ بیان کرتا ہے لازماً وہ سائنس کے "کیا" اور فلسفہ کے "کس طرح" سے بھی مطابق ہوگا - انسان کی معلومات کی تین عظیم الشان اقالیم یعنی سائنس، فلسفہ اور مذہب کے ڈانڈے ایک دوسرے سے ملے ہوے ہیں - ورنہ ان سے انسانی خیال کا عالم پیدا نہیں ہوسکتا تھا اور اس کے سوا مکمل اور باقاعدہ معلومات کے لیے انسان میں جو خواہش فطرتاً ودیعت کی گئی ہے پوری نہیں ہو سکتی تھی —

---

* اس وجہ سے آہستہ آہستہ ہر مذہب میں ظاہرداری دخل پاجاتی ہے اور اس کے اصول جب نئے حقائق یا قدیم حقائق کے تغیرات سے مطابق ہونے میں ناکامیاب رہتے ہیں تو پھر وہ مذہب بھی مردہ ہو جاتا ہے - دیکھو ضمیمہ کتاب ہذا — (مصنف)

سوم

مسئلۂ ارتقا جسے میں سابق کے نوٹ میں بیان کر چکا ہوں مسئلۂ تخلیق کا صرف ایک نظریہ ہے کہ کائنات "کیسے" وجود میں آئی اور وہ "کیا" ہے۔ نئے حقائق جو زمانۂ آئندہ میں دریافت ہوں گے وہ اس مسئلے کے صحیح یا غلط ہونے کا ثبوت دیں گے۔ فی الحال یہ ایک نہایت معقول دعوی اور بہترین قیاس ہے کیونکہ ہم جن حقائق کو جانتے ہیں یہ ان کے مطابق ہے اور جو جاننے کے لائق حقائق ہیں یہ ان کے بتانے کی رہنمائی بھی کرتا ہے۔ اس نے یہ بھی ظاہر کر دیا ہے کہ اگر لوگ بجاے خود ان ضرورتوں کے اعتبار سے جو ان کی شان کے شایاں ہیں ان کا اہل ثابت نہ ہوے یا اگر یہ اپنے ماحول کے لیے جو ایک لفافے کی طرح انہیں ملفوف کیے ہوے ہے موزوں ثابت کرنے میں ناکامیاب رہے تو بیشک نہ یہ ترقی کر سکتے ہیں اور نہ ان کا وجود قایم رہ سکتا ہے۔ ہمیشہ ادلتے بدلتے رہنا قانون قدرت ہے۔ حصول تطابق کے لیے مدام ہل پھیرا رہنا قانون حیات ہے —

اس لیے انسانی زندگی کے واسطے اپنے ماحول کی مطابقت ناگزیر ہے اور جو مذہب ان اسباب کے مناسب ہوگا اس میں مطابقت کی صفت بھی ہوگی۔ میرا یہ دعوی

ہے کہ اسلام میں بدرجۂ اولیٰ یہ صفت موجود ہے اور اس لیے یہ مذہب نہایت ہی موزوں ہے —

اس بات کو یاد رکھنا چاہیے کہ میں یہ اُس اسلام کی نسبت کہہ رہا ہوں جو قرآن کے مطابق ہے نہ وہ "مسلمانی" جو پیغمبر خدا صلعم کے بعض نام نہاد ماننے والوں کی ہے - تمہیں قرآن مجید * کا ترجمہ بالکل باموقع جس طرح کسی دوسری کتاب یا تاریخی دستاویز کا کیا جاتا ہے؛ کرنا چاہیے، نہ اس طرح سے جیسا کہ بعض مسلمان عجیب من گڑھت اور غریب احادیث کی مدد سے اس کی تاویل کرتے ہیں - اسلام انسانی نفس کے اس رجحان کا مخالف ہے کہ وہ ہر خیال کو انسانی شکل میں لے آتا ہے - یعنے مجرد صفات کو مثل اشخاص کے سمجھنا اور ان کو انسانی افراد کی طرح علیحدہ ہستی خیال کرنا —

---

* ترجمہ ایسا ہونا چاہیے جو جدید خیالات اور ہر زمانے کے ادلتے بدلتے ہوئے حالات سے مربوط و موافق ہو جائے، بالکل اسی طریقے سے جس طرح سے کہ قانونی عدالت کے جج ان مقدمات کی اصل حقیقت کو جو ان کے سامنے پیش ہوتے ہیں قدیم قانون سے مربوط و موافق کر لیتے ہیں (دیکھو مولانا حالی کا رسالہ) "الدین یسر" (مصنف) —

چہارم

میں بیان کرچکا ہوں کہ اسلام اور دین مسیح کے درمیان فی الاصل کوئی اختلاف نہیں ھے بشرطیکہ ھم ان ھردو مذاھب کے بانیوں کے اقوال اور افعال کو صحیح طور پر دیکھیں اور سمجھیں - محمد صلعم نے بار بار یہ فرمایا ھے کہ میں حضرت عیسیٰ اور ان سے ماقبل کے مرسلین الٰہی کی رسالت کو صحیح اور مکمل کرنے کے لیے آیا ھوں جو میری * طرح سے رسول برحق تھے - حضرت عیسیٰ نے انسان کو دوسرے کے ساتھ سلوک کرنے کے لیے سب سے بڑا اور بہترین طریقہ یہ بتایا ھے :—

"اپنے ھمسایے سے محبت رکھ جیسی کہ تو اپنی ذات سے رکھتا ھے" (انجیل متی ۴۳ احبار ۱۸ - ۱۹) —

برنس Burns شاعر کا یہ مشہور شعر یاد رکھنے کے لایق ھے :—

جس نظر سے غیر دیکھیں اس نظر سے اے خدا
دیکھوں میں اپنے کو وہ قوت مجھے تو کر عطا

شاعر نے جس انعام کی دعا مانگی ھے حقیقت میں دیکھو تو ایسی فانی ھستیاں بہت کم ھوں گی جو اس بخشش کی

---

* دیکھو پانچویں نوٹ کی مندرجہ آیت قرآنی آمنا باللہ (مصنف) —

متمنی ہوں۔ کم و بیش ہر ایک ہم میں سے فطرتاً یا بسا اوقات نادانستگی کی وجہ سے اپنی ذات کو ایسا اعلیٰ سمجھتا ہے کہ اگر ہم چاہیں بھی تو اپنی ذات کو اس نظر سے نہیں دیکھ سکتے جس نظر سے دوسرے ہمیں دیکھتے ہیں۔ اس صورت میں یہ ایک بہترین طریقہ ہے کہ دوسروں کو ہم اس نظر سے دیکھیں جس نظر سے ہم اپنے آپ کو دیکھتے ہیں اور ہمارے دل میں دوسروں کی توقیر ایسی ہی ہونی چاہیے جیسی کہ ہم اپنی ذات کے لیے اپنے دل میں رکھتے ہیں۔ ایک دوسری انتہائی مثال لیجیے، کہ اگر ہم اپنے آپ کو کبھی نفریں نہیں کر سکتے جس طرح سے کہ دوسرے بعض اوقات ہم سے متنفر ہوتے یا ہماری حقارت کرتے ہیں، تو ہمیں کم از کم دوسروں سے ایسی ہی محبت کرنی چاہیے جیسا کہ ہم اپنی ذات سے آپ محبت کرتے ہیں۔ ہمیں دوسروں کے ساتھ ویسا ہی برتاؤ کرنا چاہیے جس کی ہم توقع کرتے ہیں کہ دوسرے ہمارے ساتھ کریں۔ اس طرح سے یہ قاعدہ

"اپنے ہمسایے سے محبت رکھ جیسی کہ تو اپنی ذات سے رکھتا ہے"۔۔

بالکل انسانی فطرت کے مطابق ہے۔ یہ نوع انسان کی رہنمائی کے لیے باہمی سلوک کرنے کا ایک ایسا

پر معنی طریقہ ہے کہ اس سے بہتر کسی طریقے کی شاید ہی کبھی تلقین کی گئی ہو —

میرے نزدیک دین عیسوی اور اسلام کی معنوی مطابقت کا اس سے بہتر کوئی اور ثبوت نہیں ہو سکتا کہ حضرت عیسیٰ کے ارشاد کی صداقت کا اظہار خود حضرت محمد مصطفیٰ صلعم اپنی زبان سے فرمائیں: —

کوئی مسلم مومن نہ ہوگا جب تک کہ وہ اپنے ہمسایے سے ویسی ہی محبت نہ کرے جیسی کہ اپنی ذات سے آپ محبت کرتا ہے —	لا یومن احد حتیٰ یحب لجارہ ما یحب لنفسہ *

* قطع نظر اس ایک حدیث کے اس مضمون کی اور احادیث بھی ہیں - مثلاً: —

نیکی کرو اپنے ہمسایے کے ساتھ تو تم مومن ہوگے اور دوسروں کے لیے وہی چاہا کرو جو تم اپنے لیے چاہتے ہو تو تم پکے مسلمان ہوگے	احسن الیٰ جارک تکن مومناً واحب للناس ما تحب لنفسک تکن مسلماً -
تمام مخلوق اللہ کی عیال ہے اور سب میں محبوب تر اللہ کے نزدیک وہ ہے جو اس کی مخلوق کے ساتھ سب سے زیادہ بھلائی کرے —	الخلق عیال اللہ فاحب الخلق الی اللہ من احسن الیٰ عیالہ -
جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا اللہ تعالیٰ اُس پر رحم نہیں کرتا -	لا یرحم اللہ من لا یرحم الناس -

(مترجم)

اس بنا پر میرا یہ اعتقاد ہے کہ اگر مابعد الطبیعات کے مسائل کے وہ بدنما پیوند جو ان کے دامن پر لگا دیے گئے ہیں نکال دیے جائیں تو ان ہر دو مذاہب میں کوئی فرق نہیں رہتا —

حقیقی اسلام اصلی دین عیسوی سے ملا ہوا ہے جو (ایک) مختصر صحیفہ * ہے - مگر یہ دونوں اس امر پر متفق ہیں کہ نیکی کا منبع محبت ہے —

کیوں کہ محبت بہشت ہے اور بہشت محبت ہے

---

* یا یوں کہو کہ حقیقی دین عیسوی اصلی دین اسلام سے متحد ہے جو (ایک) مبسوط کتاب ہے - "بحیثیت مجموعی محمد (صلعم) کا مذہب ایک قسم کا دین عیسوی ہے" - طامس کارلائل - (مصنف)

وہ دین مسیح جس کے عقیدے میں وحدانیت خدا اور توحید داخل ہے اور نہ وہ مذہب جس کی نسبت قرآن مجید میں ہے :-

اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ مسیح اللہ کے بیٹے ہیں — | وقالت النصاریٰ المسیح ابن اللہ (قرآن مجید - التوبہ ع ۵)

یا جن کا عقیدہ تثلیث ہے :-

"جو لوگ کہتے ہیں کہ خدا تو یہی تین میں کا (ایک) تیسرا ہے (یہ لوگ بھی اس کہنے سے) بیشک کافر ہو گئے" | لقد کفرالذین قالوا اِن اللہ ثالث ثلثة (قرآن مجید النساء ع - ۱۰) (مترجم)

ضمیمه

تنقید

از مسٹر جے - ملونی - آئی - سی - ایس

اگر ہم خدائے واحد کے وجود کو اس وجہ سے مان لیں کہ وہ کارخانۂ عالم کا چلانے والا ہے اور محمد (صلعم) کے پیغمبر خدا یا اول درجہ خدا کے نبی ہونے سے انکار کریں تو یہ ناممکن ہے - مجھے تو یہ خلاف قیاس معلوم ہوتا ہے کہ کوئی شخص اتفاق سے قوموں کے عقیدے کو بدل دے یا صرف فریبی کارروائیوں سے اس قدر کامیابی حاصل کرے - بیشک محمد (صلعم) راستباز تھے اور جو مذہب کہ ان کے نام سے نامزد ہے اس کا ثبات ہی بتا رہا ہے کہ وہ صاحب وحی تھے - یا اگر صاحب وحی کہنا اس لحاظ سے قابل اعتراض ہو کہ مذہبی اصطلاح میں یہ ایک ایسی عام بات ہے کہ جس کے معنی بہت ہی مبہم ہیں تو ہمیں یہ کہنا چاہیے کہ انھوں نے حیات کی اصل حقیقت کو اس صحت اور تیقن کے ساتھ مشاہدہ کیا جس سے بڑھ کر ان سے پہلے کسی نے نہیں

کیا تھا - تو پھر امجد اور محمود کے دل میں جو یہ خیال پیدا ہوا اور جسے آپ نے بھی تسلیم کر لیا کہ اسلامی سلطنتوں کی حالت ابتر ہے اور وہ عیسائی دول کے ہاتھوں پارہ پارہ ہو رہی ہیں، یہ واقعہ کیوں کر ظہور میں آیا اور اس کے کیا اسباب ہیں؟ میرے خیال میں آپ نے اس سوال* کا جواب نہیں دیا ہے۔ آپ نے صرف اس قدر کہہ کر ختم کر دیا ہے کہ اگر اسلام کو صحیح طور پر سمجھا جائے تو یہ بہترین مذہب ہے—

میرا خیال ہے کہ لڑکوں نے اپنے شبہ کے بیان کرنے میں بہت ہی تیزی سے کام لیا ہے، مقابلہ سر تا سر اسلام اور دین عیسوی کے مابین نہیں ہے۔ ہندوستان کو عملی اغراض سے دیکھا جائے تو یہ ہندوؤں کا ملک ہے ہندوستان کی قدیم ریاستوں کی حکومتیں عیسائی حملہ آوروں کے مقابلے میں پژمردہ ہو گئی ہیں۔ دنیا کے اُس حصے کو لیجیے جس میں دین عیسوی ایک مقبول مذہبی عقیدے کی صورت میں رائج ہے تو وہاں اُن اقوام کے مقابلے میں جن کا عقیدہ پروٹسٹنٹ ہے، عیسائی مذہب کے رومن کیتھولک فرقے کی

---

* دیکھو پانچویں نوٹ کے تیسرے فقرہ کے اشارات اور صفحہ ۶۱ و ۱۰۲ کا حاشیہ۔ صفحہ ۸۶ کا حاشیہ اور ۱۴۶ صفحہ کا حاشیہ (مصنف) - دیکھو دیباچہ مترجم صفحات ۱۰ - ۱۱ و ۱۲ - پہلے نوٹ کے صفحہ ۲۳ کا اور صفحہ ۲۷ کا حاشیہ—

پابند قوموں کی دنیاوی قوت میں زوال آگیا ہے - یوں تو دین عیسوی کے بہت سے فرقے ایسے ہیں جو رومن کیتھولک نہیں ہیں لیکن فرقۂ پروتستنٹ کے عقیدے کی تعلیم ہمارے اغراض کے لیے کافی، پر معنی اور سمجھ میں آنے کے لائق ہے - مجھے احتمال ہے کہ میرا یہ بیان کہیں مذہبی بغض و عداوت پر مبنی نہ خیال کیا جاے، میں کسی خاص مذہبی عقیدے کا طرفدار نہیں ہوں. عیسائی فرقوں کے بہت سے نیک آدمی ایسے ہیں جن سے میری ملاقات ہے - مسلمانوں، ہندوؤں اور رومن کیتھولک میں میرے بہت سے دوست ہیں - لیکن میرا خیال ہے کہ میں جو بیان کرتا ہوں اس کی ظاہری صداقت کا تعلق بیشک عیسائی دنیا سے ہے - مثلاً اسپین کے زوال اور انگلستان کے عروج کا مقابلہ کرو اور اس کے ساتھ ہی آسٹریا کا ضعف اور جرمنی * کی قوت و اقتدار کا (اگرچہ اس کا استعمال بری طرح کیا گیا ہے) اندازہ لگاؤ - اس سے فوراً یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا مذہب کو ان اُمور سے کچھ سروکار ہے؟ میرا خیال ہے کہ ضرور ہے —

مسلمانوں، ہندوؤں اور رومن کیتھولک کے مذاہب نے بہشت و دوزخ سے بہت ہی گہرا تعلق پیدا کرلیا ہے

---

* رقم زدہ سنہ ۱۹۱۷ ع

اور یہ آئندہ کے دائمی غضب سے بچنے اور دوامی نجات کے حاصل کرنے کی فکر میں منہمک ہیں - اگست کومت Auguste Comte نے دین عیسوی کی نسبت جو مضحکہ اُڑایا ہے وہ اِن مذاہب کے بھی کسی قدر شایان حال ہے - اس کا بیان ہے کہ " دین عیسوی کا منبع کمینہ خوف اور بے حد حرص و طمع ہے " - مذہب ایسا ہونا چاہیے کہ آنے والی زندگی سے بھی زیادہ اس دنیا میں رہنما بنے - حضرت عیسیٰ کا قول ہے کہ " مبارک ہیں وہ جن کے دل پاک ہیں کیونکہ انہیں دیدار خدا نصیب ہوگا " کانٹ Kant اس جملے کو کاٹ کر صرف اتنا رکھتا ہے " مبارک ہیں وہ جن کے دل پاک ہیں " نیک رویہ اختیار کرنا خوب ہے، مگر آئندہ * کے کسی معاوضہ کی اُمید پر نیک رویہ اختیار کرنا ٹھیک نہیں ہے - پونڈیچری کے رومن کیتھولک فرقے کے اسقف اعظم مانسیجور بونانڈ Catholic Bishop Monseigneur Bonnand نے اپنے مایوس واعظوں میں سے ایک واعظ کو لکھا تھا کہ " تم آخری دم تک مشنری (داعی) بنے رہو یقیناً تم نجات پاؤگے " میرے نزدیک ان کا بیان غلط ہے، ایسا شخص خواہ مسلمان مشنری ہو یا عیسائی جو محض اس

---

* ساتویں نوٹ کو صفحہ ۸۵ پر ملاحظہ کیجیے - (مصنف)

اُمید پر کہ اس کی ذات کو مرنے کے بعد اس کے اعمال یعنی اس واعظانہ زندگی کی تکالیف برداشت کرنے کی (واقعی بعض قدیم فرانسیسی واعظوں میں ایسے بھی ہوے ہیں جنھوں نے بیحد تکلیف برداشت کی) بدولت بیحد روحانی مسرت اور لازوال فائدہ حاصل ہوگا، میرے نزدیک قابل وقعت نہیں —

بشپ بلوگرام Bishop Blougram نے (جو براؤننگ شاعر کا خیالی شخص ہے) ان ابیات کو جو براؤننگ (Browning) شاعر کی ہیں (اور جن کی نسبت فرضی طور سے یہ بتایا جاتا ہے کہ کارڈینل وائزمین Cardinal Wiseman کی شخصیت کے باعث یہ اس شاعر کو الہام ہوا تھا) اپنی معذرت (Apology) میں بیان کیا ہے : —

ہے دین مسیحی کی یہ ترکیب بڑی
تعلیم جو ہاتھ لگ گئی ہے سب کے
پیدا ہوا اس میں تو ہوئی یہ تلقین
ہے خوب ذریعہ یہ بسر کرنے کا

مجھے خوف ہے کہ یہی مثل اب مسلمانوں پر صادق آتی ہے - لیکن میرے قلب کو کسی مذہب کے عقیدے میں مستقل اور قطعی صداقت کا ثبوت نہیں ملتا ہے - میرے نزدیک مذہب تو وہ شے ہے جسے انسانی ادراک کے ساتھ

ساتھ بڑھنا چاہیے - مذہب کوئی ایسا روحانی صداقتوں سے بھرا ہوا صندوق نہیں ہے جسے ایک دفعہ اور ہمیشہ کے لیے بند کر دیا اور مسلسل پیدا ہونے والی نسلوں کے دیکھنے کے لیے کھول دیا جائے - ایسے واقعات پر جن کو گزرے ہوئے عرصہ ہو گیا ہو یقین کرنا کافی نہیں ہے یا اُن چند استثنائی احکام کی جو کسی خاص ملک کے لیے ایک مدت گزری دیے گئے تھے، متابعت کرنا کافی نہیں ہو سکتا - ہمیں مذہب کے اصول کو اپنے زمانے کے حالات سے مطابق کرنا چاہیے - ہمیں تا حال تمام و کمال صداقت جو ازلی و ابدی ہو بہم نہیں پہنچی ہے - جوویٹ (Jowett) کا یہ قول ہے کہ اس کا اختتام ابھی نہیں ہوا ہے اور انسان کو خدا کا منشا صرف آدھا معلوم ہوا ہے —

بدقسمتی سے جب کوئی مذہب اپنے کامل ہونے کا دعویٰ کرتا ہے تو اس میں پیشوایان مذہب کی جماعت کی ترقی شروع ہوتی ہے اور اس کے ساتھ احکام کے مقررہ ضوابط کا مجموعہ تیار ہو جاتا ہے اور اس کی پابندی پر اصرار شروع ہوتا ہے - گو کہ مقررہ قواعد کے موافق زندگی بسر کرنا آسان بات ہے مگر یہ مہلک ہے - میرا خیال ہے کہ محمد (صلعم) علم الٰہی کے ایک عجیب عالی ظرف صاحب مذہب تھے - انھوں نے زندگی کا طرز

عمل اختیار کرنے کے لیے یقیناً ضوابط بنائے جن کو مقامی خصوصیت اور اس زمانے کے لحاظ سے بہترین خیال کرنا چاہیے، مگر موجودہ زمانے کے مسلمانوں نے ان ضوابط کو روحانی خواہش کی انتہائی تشفی کے لیے اختیار کر لیا اور اس حقیقت سے لا علم رہے کہ یہ ضوابط غالباً محمد (صلعم) کے زمانے اور ملک کے لحاظ سے معمولی سمجھ کے اقل مطالبات کا اظہار کرتے ہیں —

محمد (صلعم) نے مسلمانوں کو شراب نہ پینے کی ہدایت کی - ملک عرب کی آب و ہوا کے اعتبار سے یہ مسئلہ بہترین معنی رکھتا ہے - حاجی برٹن جو عمدہ شراب کو زیادہ عزیز جانتا تھا اس نے بیان کیا ہے کہ صحرائے عرب میں شراب قطعی بد مزہ معلوم ہوتی ہے اور ناموافق بھی - میری یہ خواہش نہیں ہے کہ مسلمان شراب پینے لگیں بلکہ میں صرف یہ کہتا ہوں کہ ایسے ممالک میں جہاں شراب کا استعمال مضر ہے اس سے باز رہنے میں سوا اس کے کوئی خوبی نہیں کہ یہ مقتضائے عقل ہے . البتہ مجھے یہ یقین نہیں ہوتا کہ اُن ممالک میں جہاں کی آب و ہوا میں شراب کا اوسط مقدار میں پینا مرغوب و مفید ہوتا ہے وہاں محمد (صلعم) کے نزدیک ان کے اس مسئلے سے تغافل برتنے والا ذرا بھی خطاوار ٹھہرے گا —

مجھ سے بیان کیا گیا ہے کہ محمد (صلعم) نے محض اپنے سپاہیوں کو سختی کا عادی بنانے کے لیے رمضان کے روزے فرض کیے۔ لیکن اس زمانے کے مسلمانوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ روزے رکھنے میں دراصل کوئی خوبی کی بات ہے حالانکہ اس میں کوئی نیکی نہیں ورنہ اس نقطۂ خیال سے جاکی * (Jockey) پیشہ لوگوں میں دنیا کے سب سے زیادہ نیک شخص موجود ہیں —

محمد (صلعم) نے کثیر الازدواجی کی اجازت دی ہے اور پردۂ نسواں کی تاکید کی ہے۔ سر سید احمد نے بتایا ہے کہ محمد (صلعم) کے زمانے میں یہ ایک مدبرانہ حکم تھا۔ علاوہ ازیں اُس وقت بظاہر عورتوں کی تعداد مردوں کے مقابلے میں بڑھی ہوئی بھی تھی، اور اگر کوئی عورت کسی شخص کی حفاظت میں نہ آتی یا اُس کا کوئی نگہبانی کرنے والا نہ ہوتا تو اس کا مصیبت میں مبتلا ہو جانا ممکنات سے تھا۔ مگر میرے خیال میں اس طریقے کا ہر زمانے کے لیے مفید قرار دیا جانا مناسب نہ ہوگا۔

---

* یہ وہ لوگ ہیں جو گھڑدوڑوں میں گھوڑے دوڑانے کا پیشہ کرتے ہیں۔ ان کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ وزن میں ہلکے ہوں۔ اس لیے وہ غذا کم کھاتے ہیں بلکہ بعض اوقات فاقے کرتے ہیں۔ (مترجم)

هندوستان کے مسلمانوں میں کثیر الازدواجی کی
رسم تو مفقود ہو رہی ہے لیکن یہاں عموماً مسلمان
اپنی عورتوں کو مقید رکھتے ہیں اور پوری طرح سے
مطمئن ہیں کہ انہوں نے اپنے اس فعل سے اخروی نجات
کا راستہ کھول دیا ہے۔ اس لیے مجھے تو مسلمانوں
کی جسمانی و دماغی ترقی کرنے کی امید اس وقت
تک نظر نہیں آتی جب تک کہ ان کی نصف تعداد پردے
اور جہل میں رہے گی۔ اِس رسم کا لازمی نتیجہ ہے
کہ وہ جسم و ذہن کے لیے مضر ہو۔ اگر آپ یہ کہیں کہ
پردے کی بدولت تم اُن برائیوں سے محفوظ رہتے ہو
جو یورپ کی طلاق کی عدالتوں سے دنیا بھر میں شایع
ہوتی رہتی ہیں تو میں یہ جواب دونگا کہ پہلے تو مجھے
آپ کے دعوے کے صحیح اور کامل ہونے میں شک ہے
گو میں اپنے مسلمان دوستوں سے ان برائیوں کی طنز آمیز
تفصیل سن چکا ہوں۔ دوسری بات یہ ہے اگر تمہارا دعویٰ
بالفرض صحیح بھی ہو تو فی صدی ایسی عورتوں کا
آزاد، نیک، تندرست اور تعلیم یافتہ ہونا بدرجہا بہتر ہے
بہ نسبت اس کے کہ پوری سو کی سو کو جبر و تشدد کے
ساتھ محض نیک ہی بنایا جاے —

محمد (صلعم) نے روزانہ پانچ وقت نماز پڑھنے کا حکم دیا

ھے - میرے نزدیک پیغمبر صاحب کا اس فرمانے سے یہ اشارہ تھا کہ انسان اپنی عمر عبادت میں بسر کرے - زمانۂ حال کے مسلمان بھی بار بار شد و مد سے روزانہ پانچوں وقت نماز پڑھتے ھیں اور مطمئن ھیں لیکن یہ نماز کا ورد ایسا ھی ھے جیسے ضرب کے پہاڑوں کا دن میں پانچ وقت دھرانا - ھملٹ میں بادشاہ نے کہا ھے :—

" الفاظ کی رسائی تا وقتیکہ دلی * نہوں خدا تک نہیں ھوتی " مجھے نہیں معلوم کہ میرے دوست د ، ب ، دن میں پانچ مرتبہ نماز پڑھتے ھیں یا دس دفعہ یا بالکل نہیں - میں (دراصل) اس کی پروا نہیں کرتا لیکن اتنا جانتا ھوں کہ یہہ اپنی ذمہ دار خدمت کو انجام دیتے دیتے جان دیدینا قبول کریں گے مگر رشوت نہ لینگے ، جھوٹ نہ بولینگے ، اپنے اقا کے خلاف سازش نہ کرینگے - اگر پیغمبر (خدا) دوبارہ اِس دنیا میں آجائیں تو میرے نزدیک وہ ان افعال کو کافی و وافی خیال فرمائیں گے —

آپ نے پابندیٔ شرع کے متعلق اور چند باتیں مثلاً بالوں کا تراشنا ، پاجاموں کی لمبائی بیان ، کی ھیں - ڈاکٹر

---

* مولانائے روم فرماتے ھیں :-

برزباں تسبیح و در دل گاؤ خر

ایں چنیں تسبیح کے دارد اثر (مترجم)

خواجہ محمد حسین صاحب نے مجھ سے ذکر کیا تھا کہ انھوں نے ایک مرتبہ مسلمانوں کے ایک محلے کے رہنے والوں کو دیکھا کہ یہ ایک دیندار مسلمان کو جو فرنگی (کافر) کا جوتہ پہنے ہوئے تھا دیکھ کر برہم ہو گئے اور شورش برپا کردی - یہ بلحاظ نوعیت ایک ہی قسم کی باتیں ہیں - حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں کی توجہ حصول جنت کے خیال سے اس قسم کے جدید آسان مسائل کی طرف زیادہ مائل ہو گئی ہے - حالانکہ ان کے پیغمبر کے خیال میں بھی کبھی ایسا سہل رستہ نجات کا نہ تھا - مجھے یقین نہیں آتا کہ آنحضرت کے خیال مبارک میں کسی وقت بھی یہ بات آئی ہو کہ میرے ان اعمال میں کہ میں شراب نہیں پیتا، دن میں (حالانکہ وہ نماز کی حقیقت کو سمجھے ہوئے تھے) پانچ وقت نماز پڑھتا ہوں اپنی ازواج کو باہر نہیں نکلنے دیتا (کہ کہیں اس زمانے کے وحشی لٹیروں کا شکار نہ بن جائیں) کوئی خاص نیکی یا خوبی ہے - ان تمام باتوں کا خلاصہ اسی قدر ہے کہ ہر شخص تھوڑی سی تکلیف برداشت کرنے سے ان مسائل کا پابند بن سکتا ہے، لیکن مذہب کی وہ روح جس نے محمد (صلعم) کی زندگی کی رہنمائی کی اس کا حاصل کرنا آسان نہیں ہے - مجھے اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ سر افسر الملک آپ سے یہ بیان کریں گے کہ ایک سپاہی کے لیے یہ مناسب ہے وہ قواعد کرنے

میں مستعدی دکھائے، اپنے اسلحہ اور ساز و سامان کو صاف رکھے، یہ تمام کام ایک سپاہی خفیف سی تکلیف برداشت کر کے بخوبی انجام دے سکتا ہے، لیکن مجھے یقین ہے کہ وہ آپ سے یہ بات بھی کہہ دینگے کہ اسلحہ و ساز سامان کا ٹھیک رکھنا ہی سپاہی کے لیے کافی نہیں ہے بلکہ اگر کوئی زیادہ مشکل کام ہے تو وہ لڑائی میں بہادری دکھانا ہے - ایک سپاہی خواہ وہ کیسا ہی مستعد اور اپنے ساز و سامان کو صاف رکھنے والا کیوں نہ ہو اگر جنگ میں جوہر شجاعت نہ دکھائے گا تو اس کی مستعدی و صفائی سب بیکار ہے اور یہ ایک برا سپاہی ہے ـــ

مسلمانوں کی روز مرہ کی زندگی سے اسلام جدا ہو گیا ہے - اور پیغمبر کی تعلیم کے صرف الفاظ پر قناعت کر کے اس کے باطنی جوہر سے آنکھیں بند کر لی گئی ہیں گویا ایک بڑی گٹھلی کے اندر تھوڑا سا مغز ہے جو کھڑ کھڑا رہا ہے - جیسا کہ چارلس کنگسلی (Charles Kingsley) نے گزشتہ صدی کے پچاسویں برس سینٹ پال (St. Paul) کے کلیسائی خدمت کا (رسالۂ ایسٹ Yeast میں) تذکرہ کرتے ہوئے بیان کیا ہے - " مسلمانوں کی قومی زوال کی یہی وجہ ہے کہ زندگی نے مذہب سے قطع تعلق کر لیا ہے " -

یہی حالت اُن مذاہب کی ہے جن کا میں ذکر کر چکا ہوں -

زمانۂ قدیم کے برھمن اس لیے اپنے تئیں برھمن کہلاتے تھے کہ وہ تعلیم یافتہ، دانشمند، دیانتدار اور بلحاظ عادت صفائی پسند ہوتے تھے مگر کبھی کسی برھمن نے اپنے ذاتی تقدس کا دعویٰ صرف اس بنا پر نہیں کیا کہ وہ ایک برھمن کے گھر پیدا ہوا ھے - دراصل یہاں بڑی وجہ جو مانع ترقی ہو رہی ھے وہ یہ ھے کہ لوگ مذہبی ضوابط کی پیروی میں سمجھ بوجھ سے کام نہیں لیتے یعنی وہ اصول جو مذہب کی روح ہیں ان پر عمل نہیں کرتے اور جو پرانے اور غیر ضروری قواعد کے الفاظ کی بے سوچے سمجھے مشین کی طرح تعمیل کرتے ہیں - آئرلینڈ کی نسبت بیان کیا جاتا ھے کہ یہ "رلیوں کا جزیرہ ھے" اس امر میں مجھے شبہات ہیں مگر خیر فرض کر لیجیے کہ ایسا ہی ہو گا - اب یہ مذہبی عملہ جات اور اچھے گرجاؤں سے بھرا پڑا ھے - دنیا کے کسی حصے کے لوگ اس پابندی کے ساتھ گرجا میں نہیں جاتے جیسے یہاں کے لوگ جمع ہوتے ہیں اور جمعہ کے دن نہایت ہی سختی کے ساتھ گوشت کھانے سے اجتناب کرتے ہیں اور اس ظاہر پرستی اور ظاہرداری سے یہ بہت ہی مطمئن ہیں - جنوبی آئرلینڈ میں راست گوئی معدوم ھے - شراب نوشی کی بڑی کثرت ھے اور کاہلی ان کا شعار ھے، پس جنوبی آئرلینڈ کی جیسی کچھ حالت ھے سو اس سے ظاہر ھے - انسان کے روز مرہ کے اعمال و افعال کو

راہ راست پر قایم رکھنے یا قیامت کے دن خدا کی مقبولیت حاصل کرنے کے لیے ظاہر داری اور نمایشی عبادت سے کوئی تائید نہیں مل سکتی —

اگر مسلمان اپنے مذہب کی خشک ہڈیوں میں زندگی کی روح پھونکدیں تو کوئی وجہ نہیں کہ اسلامی ممالک کی دنیوی طاقت اور دین اسلام کی روحانی بزرگی از سر نو تازہ نہ ہو فرانس میں بھی کم و بیش ایسا ہی ہو چکا ہے - ایم کامبس (M. Combes) کی ملک کے مذہبی انتظامات کی روک تھام سے بہت پہلے کیتھولزم (Catholicism) کی جکڑبندی کے خلاف ملک میں خیالات پیدا ہو گئے تھے - زولا Zola نے کیتھولک جماعت کے خطرے کے خلاف اپنی آواز بلند کی - پابند شرع اشخاص کا خیال تھا کہ فرانس پوری طرح سے مذہب سے گمراہ ہو رہا ہے اور اگست کومت (Auguste Comte) جیسے لا مذہب نے یہ اعلان کیا کہ فرانس روزانہ زیادہ پابند مذہب بن رہا ہے - رینی بزن ایک کیتھولک مصنف نے بلا عذر تسلیم کر لیا کہ کومت کا خیال درست ہے - غرض کہ لوگ خشک اور بیجان ظاہر داری کے ضوابط سے جو انھیں پیش کئے جاتے تھے اُکتا گئے - مگر رہبران مذہب اپنے ضوابط کی سچائی کے خیال کو ان کے دماغوں میں بھرتے رہے اور اپنے قاعدوں کو زندہ کرنے کی کوشش کرتے رہے کہ کسی طرح لوگوں کی زندگی

اُن کے مطابق ہو جاے مگر کبھی یہ سعی نہ کی کہ لوگوں کی زندگی کا مطالعہ کریں اور اپنے قاعدے اس کے مطابق بنائیں —

الراقم جے - سی - ملونی

مسلمانوں کی قومی اصلاح

اسلام تمدنی و سیاسی قاعدے کے مطابق اپنی چودھویں صدی کے وسط (سنہ ۱۳۴۰ھ) میں ویسا ہی ترقی کرنے کے لیے انقلابات میں گھرا ہوا ہے جیسا کہ دین عیسوی کا حال اپنی چودھویں صدی کے وسط (سنہ ۱۳۵۰ ع) میں تھا - مذہبی فرقوں کے باہمی اختلافات سے جب کوئی دین ضعیف ہو جاتا ہے اور ظاہر داری کی رسموں کی سخت بندشیں اس میں نمایاں ہو جاتی ہیں جیسا کہ سید امیر علی صاحب کا بیان ہے کہ " جب کسی مذہب کی ظاہری علامات باقی رہ جاتی ہیں تو مشیت ایزدی کو حرکت ہوتی ہے اور اس کی برائیوں کو مٹانے اور روحانی زندگی کو درست کرنے کے خیالات میں انقلاب پیدا ہوتا ہے " - چنانچہ جو خیال دین عیسوی کے متعلق اس کی چودھویں صدی کے وسط میں تھا وہی خیالات ہمارے زمانے میں اسلام کو حیات تازہ بخشنے کے لیے دلوں میں پیدا ہو رہے ہیں اور ہم اس کا اب مشاہدہ بھی کر رہے ہیں

کہ مسلم کے دوبارہ زندہ کرنے کا مسئلہ تمام دنیا کے سامنے ہے۔ ہندوستان میں اس کے رہنما سر سید احمد، مولانا شبلی، مولانا الطاف حسین حالی تھے۔ رائٹ آنریبل امیر علی، ڈاکٹر اقبال اور دوسری ایک جماعت جسے نئی روشنی سے فیض پہنچا ہے اس کے حامی ہیں —

مسلمانوں کی قومی اصلاح کا ہونا اب ایسا ہی یقینی ہے جیسا کہ عیسائیوں کی اصلاح، مذہب کی حقیقی اور ظاہری پابندی کے جانچنے سے ہوئی۔ مگر اس کے ذریعے سے ان سیاسی انقلابات کا ہونا جو یورپ میں ہوئے ضروری و لازمی نہیں ہے —

راقم

احمد حسین